

فَمَنْ كَفَرَ هُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَهُوَ إِلَى الْكُفَّارِ قَرْبٌ
«صَدِيقُهُ»

(طَبَرَانِيُّ عَنْ أَبْنَى عُمَرِ)

رَدِّ الْكُفَّارِ إِلَى مُتَّبِعِيهِ

از تالیخ افکار

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب بیہ جما احمدیہ لاہور

احمدیہ انگلستان اساعت اسلام - پاکٹ ایل، جنتا فلیپس
A/25، گراونڈ فلور دلشاہ گارڈن نئی دہلی ۹۵۰۰۱۱

بھارت پریس

۲۰۳۵ - گلی قاسم جان بلیماران دہلی ۶۰۰۰۶

ضروری گذارش

میں ہر ایک اشخاص سے ہو سدھاً محمدیہ میں داخل ہے اس کے مقدس بانی کے نام کا
واسطہ دے کر التجاکرتا ہوں کروہ تقویٰ دیر کے یہی میرے وجود کو درمیان سے الگ سمجھ کر اور

مرد باند کہ گیر اندر گوش درنوشت است پندرہ بیویار
پر عمل کر کے ان بالوں پر غور کرے جو ان صفحات میں میں نے پیش کی ہیں آخر میان مخدود احمد صاحب
مامور نہیں کہ ان سے غلطی کا مکان نہ ہوا وحضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم نے اپنے آخری
مرض میں ایک مجھ کے اندر مستند کفر و اسلام کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ

ہمارے میان نے اسے کو نہیں سمجھا ۔

جس کا اذکار خود میان صاحب بھی نہیں کر سکتے اور اس سے بھائی کارا نہیں کر سکتے کہ حضرت مولوی صاحب
مرحوم کے فتویٰ کے ماتحت ہی انہوں نے خانہ کعبہ میں دوسرے امام کے پیچے نماز پڑھی جو احمدی نہ فتا
میں نہیں کتنا کاپ لوگ میرے ساتھ ہے جایں لیکن یہ ضرور کرتا ہوں کہ جالیس کرو مسلمانوں کو دارہ اسلام
سے خارج کرنے کا بوجھ بڑا بعاراتی ہے۔ لپس فدا ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ آیا حضرت سیع موعود کی
تعلیم یہ تھی؟ اور اس پر حصہ غور کرو کہ ہم کو جو فاسق اور مرتنہ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری اس قدر
نصرت کیوں کی کہ دو چار آدمیوں سے ایک جماعت بنادی۔ اور پھر مالی نصرت اس قدر کی کہ وہ کام
جو ساری جماعت کو کرنا مشکل نظر آتا تھا یعنی قرآن کریم کے انگریزی نزدیک کا چھوٹا سا جو اس کی بہی ایڈیشن
پا فتح ہزار سے زائد نسخہ ہے کروں ہزار کی دوسری ایڈیشن بھی قریباً ختم ہونے والی ہے اور وہ انہیں جس نے
۱۹۲۷ء میں بغیر ایک پیسہ ہاتھ میں ہونے کے کام شروع کیا تھا آج اس کا بیٹھ یعنی لاکھ سے
زاہر ہے۔ بی محض اللہ تعالیٰ کا افضل ہے ہم میں سے کسی کی کوئی تابعیت نہیں میرے دل میں
ایک ہی ترطب ہے کہ حضرت سیع موعود کی جماعت اس خطرناک غلطی سے نکل جائے۔

محمد علی

۱۹۲۷ء ۲۲ اگست

۷۔ اب نہ ماکے فضل سے بارہ لاکھ سے زیادہ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى مُوْلَاهُ الْكَرِيمِ

وَلَا تَقُولُوا إِنَّمَّا أَلقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (الآن)

ایمار جل قال لاخیہ یا کافر فقد باء بها احد هما (متفرق عليه)

(الکافر اهل قبلتک (المحدث))

”ابتداء میراہی نہ سب ہے کہ میرے دعویٰ کی الکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہے سکتا۔“ (الہیات القلوب تایف حضرت پیغمبر موعود صفحہ ۱۳۰)

ہر ایک شخص جو مسلمان کہلاتا ہے اس کے لئے قرآن کریم و حدیث کے سوائے کوئی محبت شرعی نہیں۔ اس سے میں نے عنوان میں ایک آیۃ نذری اور دو احادیث نقل کی ہیں۔ آیۃ قرآنی میں اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص تھیں اسلام علیکم کہا ہے یہ ذکہ ہو کہ تو مومن نہیں۔ حدیث متفرق عبید میں بنی کریم فرماتے ہیں کہ جو شخص پیشے بھائی کو کافر کہے وہ کفران دعنوں میں سے ایک پر پڑتا ہے اور دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے اب قبلاً کی تکفیر مت کرو۔ اس آیۃ اور ان دو حدیثوں سے یہ علوم ہو اک خدا اور اس کا رسول مسلمانوں کی تکفیر کو کس قدر ناپس فرماتے ہیں اور اس جرم کی سزا کیسی خطرناک تجویز کی گئی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کرتا ہے وہ کفار سی پرالٹ کر پڑتا ہے۔ اس تہذیبناک سزا کیوں تجویز کی گئی؟ اس لئے کہ لوگ اس خطرناک جرم سے جو اسلامی وحدت کو پاٹش پاٹش کرتا ہے، اجتناب کریں۔ جب طرح سوسائٹی کا نظام بدروں اس کے قائم نہیں رہ سکتا اور انسانی زندگی کی حفاظت سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ قاتل کو سزا کے موت دی جائے۔ اسی طرح شارع علیہ اسلام نے وحدت اسلامی کے قیام کو انسانی زندگی کی حفاظت کے ہم پل قرار دے کر یہ فرمایا کہ جو شخص اس وحدت کو توڑے جو باپنے بھائی مسلمان کو کافر کہے اس کے ساتھ وہی سدک کیا جائے جو اس نے اپنے بھائی سے کیا ہے یعنی وہی کفار سی پرالٹ کیا جائے۔ اور ایسے مجرم کو مسلمہ راخت اسلامی کا ایک فرد نہ سمجھا جائے اور

اس سے وہ سلوک نہ کیا جائے جو مسلمان کو مسلمان کے ساتھ کرنا چاہئے اور یہ صرف فیاض ہی نہیں بلکہ تزہیہ کی حدیث میں صاف فرمایا کہ مسلمان کو کافر کہنے والا اس کے قاتل کی طرح ہے لیعنی جب طرز قاتل پر نہائے قصاص ہے۔ اسی طرح کافر کہنے والے پر نہائے قصاص ہے اس کے ساتھ جو پھونکہ میرے اصل مخاطب اس رسالہ میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت پیغمبر علیہ السلام کی جماعت کا بدلا کر پھر مسلمانوں کی تفیر کے گناہ کو اپنے ذمہ بیا ہے اس لئے میں نے حضرت صاحب الائک فیصلہ کر جعلہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ عنوان میں ہی اس فیصلہ کو دیکھ کر تبارے بھائیوں کو اصلاحیت کی طرف توجہ جب جب ایک مسلمان دوسرا مسلمان سے ملتا ہے تو وہ اسے السلام علیکم کہتا ہے اور یہ ایک بہت ہی موٹا لشان مسلمان ہونے کا ہے۔ نماز جو شعائر اسلامی ہے اس میں سب مسلمان قبلہ کی طرف مند کرتے ہیں یہ بھی ایک نہایت کھلا لشان مسلمان ہونے کا ہے۔ ان لشانوں کو اپنے بھائی میں موجود پاکروں سے بھائی کو نہیں چاہیے کہ اس کے مسلمان ہونے میں شکر کرے یا اس کے کافر ہٹھنے نہ ان موٹے لشانوں کو اسلام کے لشان قرار دے کر یہ بتایا کہ باریک نادیلات سے اپنے بھائیوں کو کافر کافر قرار دینا جائز نہیں اور نہ ہمیں ان کو کافر قرار دینے کے نئے پوشیدہ حالات کی سنبھوگ کرنی دست ہے۔ بلکہ ان کے کھلے لشانات کو دیکھو۔ ان کا عامر رویہ دیکھو۔ اس قدر موٹے لشانات کو کافی سمجھا ہے کہ میں جمل میں السلام علیکم ہٹھا ہو۔ یا مسلمانوں کے قبلہ کو نزک نکیا ہو گویا جب ایک شخص میں اسلام کے موٹے لشانات موجود ہوں تو تبارے لئے اس کو مسامن تجھنے کے لئے یہی کافی ہے اور کسی کی تحریر یا خیالات کی موشک گفیاں کر کے اس کے خلاف نیچوں کالا باتیں نہیں۔ اگر کسی سے نادیل میں یا علمی باتوں میں غلطی ہی بھوکنی ہے تو یہی جب تک مولیٰ اور کھلوا ملامیہ اسلام کی اس میں پائی جاتی ہیں، کسی کو حق نہیں کہ اسے اسلامی برادری سے خارج کرے۔ یہ کس قدر حممت اور شفقت امت پر تھی کہ وحدت اسلامی کی بنیاد کو ایسا منسوخ کر دیا کہ پچھ دیجھ نادیلات کے ذریعے سے تکلیف کرنے کو صاف الفاظ میں روک دیا۔

امت محمدیہ پر بہت سی صائب آئیں۔ اندر ورنی فساد ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مسلمانوں کے ایک گروہ نے بیت المال میں نکوٹہ دینے سے انکا کیا حضرت خلیفہ مسلمان کہلا لئے والوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ نہیں ہوتے۔

ہوئیں۔ دونوں طرف سے صحابہ مارے گئے۔ یکن کیا پاک ل لوگ تھے حضرت علیؓ نے باوجود اس مخالفت کے کہ جس نے وحدتِ ملی کو توڑ دیا، صرف یہی لفظ فرمائے کہ "یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ ہم نہ ان کو کافر کہتے ہیں نہ ناقص۔" یہ اس خلیفہ کا قول ہے جو جسمانی اور روحانی دونوں مخالفتوں کو اپنے اندر جمع رکھتا تھا۔ مگر وہ مصیبیتِ عظمیٰ جس نے اسلام کی وحدت کو پاٹش پاش کر دیا وہ خوارج کی مصیبیت ہے جنہوں نے پہلے مسلمانوں میں تکفیر کی بنیاد دالی۔ قد شققاً عاصماً اطمینین انہوں نے مسلمانوں کی جماعت ان کے اتحاد و اتفاق کو لکھر کر کر دیا۔ اس لئے کہ ان میں اسلام کی کلی علامتیں ہوتے ہوئے ایک تادیل فاسد کی بنیاد پر ان کو کافر کہا اور اس وقت سے لے کر آج تک یہ بیانی ترقی پکڑتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ادنے ادنے فروعی امور پر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے جانے لگے اور جہاں کوئی بات ایک شخص کے خلاف طبیعت دوسرے میں نظر آئی تو رُکْنُ الْكُفَّارِ کا نتویٰ لگا دیا۔ ایک فرقہ نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرا کو کافر قرار دیا۔ یہاں تک کہ اگر ان کفر کے فتوؤں کی بنیاد پر مسلمانوں کی مردم شماری کی جائے تو ایک تنفس بھی آج دنیا میں شاید مسلمان کہلانے کا مستحکم نہیں۔ مگر جہاں اس کی ترقی ایک انسومناک نظارہ ہے، ایک بھلک امید کی بھی مکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ یہ تکفیر کی بیماری اب اس حد تک ترقی کر گئی ہے کہ اس کے بعد اس کے نزول کی ہی امید ہے اور ترقی کی اب اس میں گنجائش نہیں رہی۔

ہاں ایک نظارہ بالخصوص انسومناک ہے اللہ تعالیٰ نے جب اس صدی کے مجدد اور اس امت کے مسیح کو گواؤں مفارس کی اصلاح کے لئے مامور کیا تو اسی کے باقاعدے یہ اصول بھی زندہ کرایا کہ اگر ایک شخص میں ننازے وجوہ کفر کے اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو بھی اسے کافر مرتکہ کہو بلکہ مسلمان کہو یہ وہ بات ہے جس کو حضرت مسیح موعود نے بار بار اپنے مخالفین کے مقابلے پر لکھا۔ اور اس پر اس قدر زور دیا کہ جس شخص کو کچھ بھی آپ کی ان تحریرات کا پاس ہو وہ مسلمانوں کی تکفیر کے خیال کا پکاش من ہو گا۔ کیونکہ یہ بات حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی کہ جب خود ان پر کفر کا فتویٰ لگئے تو اس اصول کو دنیا میں پیش کر کے مخالفوں کو لازم دیں کہ اگر تنانے والے کفر بھی کسی میں معلوم ہوں مگر ایک بتیں وجہ اسلام کی موجود ہونو اسے

کافر کہنا جائز نہیں اور فی الحقيقةت خود اس اصول کی صداقت کے قائل نہ ہوں اس راستباز انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ قلب سب سیم عطا فرمایا تھا جو اس قسم کی چاکیوں سے پاک تھا کہ محض دفع الوئیت کے طور پر اور اپنی صفائی کے لئے ایک بھولی بات کو بھی دنیا میں پیش کر دے۔ اور وہ دل سے اس صداقت کا قائل تھا کہ کسی مسلمان کو جس میں ایک بھی وجہ اسلام نظر آتی ہو جیسا کہ قرآن و حدیث میں صراحت موجود ہے کافر کہنا جائز نہیں۔ بہاں تک کہ اس نے صفائی سے اپنے متعلق یہ بھی لکھ دیا کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ مگر اس قدر صفائی اور صراحت کے موجود ہوتے ہوئے افسوس ہے کہ آپ کے متبوعین کا ایک گروہ بس کردگی میاں محمود احمد صاحب تادیانی مسلمانوں کی تیکفیر کے درپے ہے۔ اور نہیں سمجھتا کہ وحدت اسلامی کو یوں بر باد کرنا کوئی چھپوٹا سا گناہ نہیں بلکہ عین خدا تعالیٰ کی منشا کے خلاف چلتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو خاتم النبیین کے ولایت سے یہ ارادہ کیا تھا کہ دنیا کی کل قدموں کو ایک جہنم کے نیچے جمع کرے اور مسلمانوں میں ایک دحدت قائم کرے اور یہ لوگ اسی وحدت کو تورڑے ہے میں کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جب دلوں نے انہیں کافر کہنا تو نتیجہ کیا ہوا؟ ایک خطرناک تغزیق پیدا ہوئی اور مسلمان مسلمانوں کے دشمن بن گئے۔ اور کیا ان کو یہ تجھہ نہیں آتا کہ ان کے دوسروں کو کافر کہنے کا نتیجہ وہی خطرناک تفریق ہے اور وہ تکفیر جس کو دوسرے لوگ اب چھپوڑر ہے میں وہ انہوں نے اختیار کیا۔ اور نتیجہ اس کا پھر ہی ہو گا جو پسلے ہوا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے سلسہ احمدیہ کی وہ محبت دور ہو جائے گی جو آہستہ آہستہ پیدا ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ ان کے دشمن اور بیان کے دشمن ہو جائیں گے اور ہمدردی کے تعلقات کٹ جائیں گے۔ ہاں پہلی دفعہ اس کا گناہ مکفر مولویوں کے سر پر تھا۔ اب اس مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے فرقہ کے سر پر ہو گا۔ پسلے علماء نے غلطی کی اور حضرت میسح موعود کو اور ان کی جماعت کو کافر قرار دیا اور لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ بغرض پیدا کیا۔ مگر جب بہت سے لوگ اس غلطی سے نکل سے لئے اور سلسہ کے ساتھ محبت اور ہمدردی کے تعلقات تیرنگتاری کے ساتھ ترقی کر رہے تھے تو معاً قادریاں سے حضرت میسح موعود کو بدنام کرنے کے لئے

یہ اعلان نکلا کہ ساری دنیا کے مسلمان کافر ہیں۔ اور ایک چھپی ہوئی خواہش انتقام نے
فتنه خختہ کو بیدار کیا اور جو مظلوم تھے وہی ظالم بن گئے۔

میاں صاحب کا عقیدہ ہے جس کی رو سے تمام اہل قبلہ سواتے احمدیوں کے کافر
قرار دیتے گئے ہیں۔ ایک مشہور اور مسلم امر ہے تاہم بطور تنونہ چند ایک سو اہم باتیں پیش
کرتا ہوں۔ یہ مذہب اپریل ۱۹۱۳ء سے صریح ہوا جب میاں صاحب نے رسالہ
تَشْجِيدُ الْأَذْانِ میں ایک مضمون بعنوان "مسلمان و بھی ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانتے"
لکھا۔ اور اس میں تمام ان لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کے دعوے کو نہ مایں۔ خواہ وہ آپ کو
بُرا کہیں اور کافر جائیں یا اپھا کہیں اور راستباز انسان تسلیم کریں۔ خواہ ان کو دعوے سے کچھ
واقفیت ہو، یا نہ ہو۔ اور تبلیغ چنچی ہو یا نہ پہنچی ہو، کافر قرار دیا۔ چنانچہ رسالہ مذکور کے سفر
۱۳۹ پر اس گروہ کو جن کو تبلیغ بھی نہیں پہنچی، کافر قرار دے کر جعلیہ سلامان این عالم پر کھڑکا فتویٰ لگایا
ہے۔

" تیسرا بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن تبلیغ نہیں ہوتی، ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے
ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو یا نہ ہو یا کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آکا ہے نہیں اس
لئے پونکہ شریعت کی بنا طاہر پر ہے۔ ہم ان کو کافر کہیں گے۔ "

اور صفحہ ۱۴۱ پر ہے:-

" پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا، کافر قرار دیا
گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے پچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرنا میکن ابھی
بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔ "

الوارخلافت میں جو ۱۹۱۶ء کی کتاب ہے اور اس میں جلسہ سالاد ۱۹۱۵ء کی تقریر میاں صاحب
کی نظر ثانی سے قلمبند ہوئی ہے، بلکہ اسے ہے

" ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ کہیں ۔ "

مگر یہی تقریر اخبار فاروق مورثہ ۱۹۱۶ء جنوری ۱۹۱۶ء کے صفحہ اپر بالفاظ ذیں منقول ہے:

" جیسے ایک غیر احمدی کافر فرض ہے کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو مسیح موعود اور اس کے

۱۹۱۶ء میں میزیر ٹریویویل کے سامنے میاں صاحب نے تکفیر مسلمین سے رجوع کر دیا۔

متبعین کو مسلمان نہ سمجھتا یا یہی ایک احمدی کافر فرض ہے کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں نہیں اسے مسلمان نہ سمجھتے ہیں۔

کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۵۳ پر لکھتے ہیں :-

" یہ تبیدی عقیدہ مولوی صاحب نہیں امور کے متعلق بیان کرتے ہیں :-

اول :- یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ جنیاں پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع بنی ہیں۔

دوم :- یہ کہ آپ ہی آیت اسمہ احمد کی پیش گوئی مذکورہ قرآن کریم (سرہ صرف آیت ۶) کے مصدق ہیں۔

سوم : یہ کہ کل مسلمان ہر حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام

بھی نہ سنایا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے عقاید ہیں۔

خود حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی آپ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی کہ آپ بھی دوسرے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس کا جواب آپ خود دے چکے ہیں اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں دے چکے ہیں۔ یعنی کتاب حقیقتہ الوجی میں صفحہ ۱۲۰ پر یہ الزام اور اس کا جواب بالفاظ ذیل مذکور ہے :-

" پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوڈ کو کافر ہٹھرا یا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوتی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے سے لکھے۔ اور تمام پنجاب اور مہرستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور نادان لوگ ان نتوں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے میدھے من کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے ان کو کافر ہٹھرا یا فقا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے نتوی کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ہٹھرا یا ہوتو وہ پیش کریں ورنہ خود ہی سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر ہٹھراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاؤں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ہٹھرا یا ہے۔ اس تدریج ہوتے۔ جنیات اور خلاف واقعہ تہمت کس تدریج دل آزار ہے۔ ہر ایک عقل مند سوچ سکتا ہے؟ اور پھر جیکہ ہم اپنے نتوں

کے فریعے سے کافر بھرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ مجبوب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔

یہ آخری ایام کی تحریر ہے صاف ہے کہ آپ پر مخالفوں کی طرف سے یہ الزام ہے کہ یہ ہم کو کافر کہتے ہیں اس کا جواب میاں صاحب کے عقاید مذکورہ کی رو سے یہوں ہونا چاہیئے تھا کہ تم بے شک ہمارے نزدیک کافر ہو اس لئے کافر کہتے ہیں اور ہم تمہارے نزدیک کافر ہیں۔ مگر کیا یہ جواب دیا۔ یا یہ کہ تم نے ہمیں خود کافر کہا اور مجبوب حدیث کے کفر تم پر الٹ کر پڑا۔ جس کے صاف یہ معنی ہوئے کہ اگراب ہمیں تم کفر کا فتویٰ والپس لو تو ہماری طرف سے جو الفاظ کے گئے ہیں وہ خود بخود والپس ہو جائیں گے۔

اگر سوال کو مختصر کیا جائے تو ہم نے صرف اس قدر دیکھنا ہے کہ آیا حضرت سیع موعود نے دعوے کے وقت یا اس کے بعد کسی وقت کوئی اعلان کیا کہ جو شخص میری بیعت نہیں کرتا یا میرے دعوے کو نہیں مانتا وہ کافر ہے یا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ صرف حضرت صاحب کی طرف سے کبھی کوئی ایسا اعلان ہی شائع نہیں ہوا بلکہ اس کے خلاف کھلے الفاظ میں یہ اعلان ہو جو دیے ہے:-

”ابتداء میرابی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی مشکون کفر یا دجال نہیں ہو سکتا۔“ ترمیت القلوب صفحہ ۱۳۰

اور اس کے لیے مزید تشریح کے لئے حاشیہ دیا ہے:-

” یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو ضد تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور حکام جدیدہ لانتے ہیں۔ لیکن صاحب الشرعیت کے ماسوا جس قابر طہم اور محدث ہیں گو وہ جناب الہی میں کسی بھی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمۃ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“ ابھے مسلمانوں کی تکافیر اگر حضرت سیع موعود کے نزدیک جائز ہوتی تو چاہئے تھا کہ اس کی طرف سے صاف الفاظ میں اعلان ہوتا کہ میرے نزدیک کل دنیا کے مسلمان کافر ہیں۔ مگر

بجا سے اس اعلان کے یہاں اس کے عین خلاف دوسری اعلان موجود ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ساقطہ ہی اس سے پہنچے یہ فقط جسی موجودی ہے کہ بھی ہمارا وہ حقیقت ہے جس پر ہم اس دنیا سے گزیریں گے۔ اس صاف اعلان کے ہوتے ہوئے یہ جو اتنے کہ کل مسلمانان عالم کو دارثہ اسلام سے خارج فرار دیا جائے۔ اور اس ناپاک خیال کو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کیا جائے بہت ہی بڑی براحت ہے۔

میاں صاحب نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ ان لوگوں کو جس تک حضرت مسیح موعود کا نام یاد رکھ بھی نہیں پہنچی، کافر قرار دیا ہے اور ان کو بھی وجود سے مسیح موعود کو سچا مانتے ہیں اور منہ سے بھی اتنا کرتے ہیں مگر بیعت میں داخل نہیں۔ جیسا کہ ان کی تحریروں سے اپر دکھایا جا چکا ہے۔ ادل الذکر کے متعلق حضرت صاحب کی ذیل کی تحریر حقیقتہ الوجہی سے کافی روشنی ڈالتی ہے۔

”ڈاکٹر عبد العلیم خاں اپنے رسالہ المیس الدجال میں میرے پر یہ ازالہ لگاتا ہے۔“

کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا

گوہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا اور گوہ ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک

میری دعوت نہیں پہنچی، تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔

یہ ڈاکٹر مذکور کا سر ارتقا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا ہیں لکھا

اس پر فرض ہے کہ وہ میری کوئی الی کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔“

حقیقتہ الوجہ صفحہ ۸۷

وہ بات جس کو حضرت مسیح موعود خود اپنے نام سے اپنے اوپر ارتقا رہیں آج میاں مجید احمد احمد صاحب اسی کو حضرت مسیح موعود کا مذہب قرار دیتے ہیں اور یہاں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ آپ نے کسی کتاب میں ایسا ہیں لکھا ہے۔ بلکہ عبد العلیم صاحب سے مطالبہ کیا ہے کہ اگر کسی کتاب میں ایسا لکھا ہے تو وہ اسے پیش کرے یہ کس قدر حضرت مسیح موعود کے مذہب سے بعد ہی نہیں، لفظاً بھی ہے کہ جو ایک دشمن نے افتخار کیا تھا اور جس کو بنی سلسلہ نے ارتقا قرار دیا تھا آج طرح طرح کی تاویلات فاسدہ سے اسی کو حضرت مسیح موعود کا مذہب قرار دیا جاتا ہے اور جو کچھ پہلے مسیح کے متعلق ان کے متبعین نے کیا تھا۔ وہ سب ہی آج دوسرے کے

یسح کے متبوعین نے بھی ربی راہ غلو انتیار کر کے دکھایا۔ پس فرمایا تھا مجھ سافن صلی اللہ علیہ وسلم
نے لمتبھن سفن من قبلکم شبراً للبیر تم بھی ہمپوں کے ستوں پر چلے گے۔ مل
قدم اقدم چلے گے۔ اور جب پوچھا گیا الیسوس والنصاری یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ
کیا مسلمان لوگ یہود و نصاریٰ کا طرز اختیار کر لیں گے؟ قال فمن تو فرمایا۔ مل، بھی
مطلوب ہے! —

رہا دوسرے سوال کہ میاں صاحب کے غیرہ کی رو سے جو شخص حضرت صاحب کو
دل سے سچا مانتا ہے اور منہ سے بھی آپ کے سچا ہونے کا اقرار کرتا ہے مگر اس
بیعت نہیں کی تو وہ بھی کافر ہے اس کے خلاف حضرت فواجہ غلام فرید صاحب مرحوم
چاچڑاں والے کا معاملہ ہے جنہوں نے دل سے سچا مانا اور منہ سے بھی اقرار کیا مگر بیعت
دکی تو حضرت صاحب نے اہمیں عبد صالح کہا۔ حالانکہ میاں صاحب کے نزدیک وہ کافر تھے۔
اور حضرت صاحب نے ان کو ”فرید وقت در سدق و صفا“ کا خطاب دیا مگر میاں صاحب
کے نزدیک وہ منافق تھے۔

حق تو یہ ہے کہ جو کچھ حضرت یسح موعود کا نہ ہب اور کاٹھا گیا وہ اس قدر صاف اس قدر
ادراس قدر واضح ہے کہ کوئی غلطینہ انسان ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے خلاف قبول نہیں کر
سکتا اور نہ ان الفاظ کی کوئی دوسری تاویل کر سکتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہر ایک تحریریں مکات
کے ساقف کچھ متشابہات بھی ہوتے ہیں میاں صاحب نے ان مکات کو چھوڑ کر متشابہات
سے کام لیا ہے۔ اور اس لشکر عالم الناس جوزیادہ عنور و نکر سے کام لیئے کے عادی ہیں
ہوتے، ایک دھوکہ میں پڑ جلتے ہیں بعض تحریر ہو کر غور کرنا چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ کوئی
دنیا کی تحریر ہے جس میں متشابہات نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے کلام میں بھی مکات
کے ساقف متشابہات کا ہزا بیان فرمایا ہے۔ لیں اور کسی کی تحریر کیز کر متشابہات سے خالی
ہو سکتی ہے۔ خود قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کی غصمت کاملہ کا بار بار ذکر بھی ہے اور
آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بالخصوص بھی موجود ہے ماضلَ حَمَاهِبَكُمْ وَ مَا
غَوَّى مَگْرَدِ رسَرِي طرف یہی فرمایا وَ وَجَدَكَ ضَالًا فَهَدَى تو کیا ہم تحریریں پڑ جائیں

گے کہ کہیں کچھ کہہ دیا ہے اور کہیں کچھ۔ یا ایک عالمہ ان کی طرح حقیقت تک منچنے کی کوشش کریں گے؟ یا ایک جگہ تو ساف فرمادیا کہ خالق کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کے سوائے وہ معمود و ان باطل جن کو لوگوں نے بنار لکھا ہے کبھی کچھ خلق نہیں کر سکے اور دوسری جگہ حضرت مسیح کے ذکر میں یوں بھی فرمایا اذ تخلت من العظیم کھیتۃ الطیبیں یا ایک جگہ جو مسلمین ان کے متعلق فرمایا انہم لا یہر جعون وہ لوٹ کر اس دنیا میں نہیں آتے یا فرمایا فیمسدۃ الْتَّی قُضِیَ عَلَیْهَا الْمَوْتُ جس پرست وارڈ کرتا ہے پر اس کو خدا اس دنیا میں دوبارہ نہیں پیشجاہ۔ اور دوسری جگہ کہیں فاما تھے اللہ مائتھ عالم ثم بعثہ کا ذکر ہے۔ کہیں احر الموتی کا ذکر ہے۔ خود اس مسلمان کفر کرنی ہے اور ایک طرف یہ حدیث رکھو من قال لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِجُنُونِهِ إِلَّا إِلَّا مُكْتَتَبٌ ہے وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ دوسری طرف یہی حدیثیں بھی ہیں کہ ایک میں تو ہے لالا ترجع عن بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض دکیمومیرے سچھے کافرنہ بن جانا کہ بعض بعض کی گردیں ماروا اور کسی میں ہے اذ قال الرجل للرجل انت لمی عدو فقد کفرا احد هما بالاسلام جب ایک شخص دوسرے کو کہے تو میراثمن ہے تو ان میں سے ایک نے اسلام کے ساقد کفر کیا اور کسی میں ہے من اتی حانصا فقد کفر بِجُنُونِهِ بیض والی عورت کے پاس جاتا ہے اس نے کفر کیا۔ اور کسی میں ہے کہ میں نے روزخ کو دیکھا تو اس کے کثر اہ کو دیکھا کہ وہ عمر نہیں تھیں لکھر ہن ابو جا پنے کفر کے۔ اور کسی میں ہے کہ سباب المسلم فسوق و قتالہ کفہ مسلمانوں کو کالی دینا کفر ہے اور ان کے ساقد جنگ کرنا کفر ہے۔ اور کسی میں ہے لا یو من احمد کمحتی اکون احب الیه من والدہ ولدہ والناس اجمعین تم میں سے کوئی مور من نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کی طرف اس کے باپ سے اور اس کے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور کسی میں ہے لا یز ذی المثلی و ہومو من ولا یسرق السارق و ہو موم من لا لی سب زنا کرنا ہے تو وہ مور نہیں ہوتا اور پھر پوری کرتا ہے تو وہ مور نہیں ہوتا۔ تو کیا یہ تمام اختلافات ہیں جو سے گھبرا کر گزر جانا چاہیے یا یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ حدیثیوں میں بڑا اختلاف ہے اور تقابل اعتماد کوئی بھی نہیں۔ یا یہ کہوئی تو

منسون خ ہیں اور کوئی غیر منسون خ، یا ان سب کا حل کسی اور طرح پر ہو سکتا ہے اور کیا گیا ہے۔
افسرس ہے کہ دین کے معاملے میں لوگ ذرا سی بات کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں لیکن دینا
کی بڑی بڑی چیزیں گیوں کو حل کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ابن اثیر نے اس مشکل کو اپنی کتاب نہایۃ
میں خوب حل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں الکفر صنفان احمد هما الکفر باصل الایمان و هو ضدہ
والآخر الکفر بغير من فروع الاسلام فلا يخرج به من اصل الایمان۔ یعنی کفر و
طرح پر ہے ایک اصل ایمان کا کفر یعنی رسالت نبی سے انکار اور وہ ایمان کی مدد ہے۔ اور
اسلام کے فروع میں سے کسی فروع کا کفر تو اس سے انسان اصل ایمان سے یعنی دائرہ اسلام سے
خارج ہیں ہٹنا یعنی وہاں کفر کا استعمال اصلاحی معنی میں نہیں بلکہ بغیر معنی میں ہے جو صرف
انکار ہے یعنی ایک بات کا انکار ہے۔ اور مراد اس سے دائرہ اسلام سے خارج ہونا
نہیں۔ ازہری سے کسی نے پڑھا ہتنا کہ فلا عقیدہ کی وجہے طلاق کا فریضہ ہے یا انہیں تو آپ
نے فرمایا ہاں، یہ بات کفر کی ہے اور حجۃ بار بار سوال کا اعادہ کیا گیا تو فرمایا قدیقہ قول
المسالم کفر مسلمان یعنی کبھی کفر کی بات کہہ دیتا ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کی تحریر میں ان صراحتوں کے ہوتے ہوئے جو اپنے
موجود ہیں کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا اور کہ مسلمانوں کی
تکفیر کو آپ کی طرف منسوب کرنا آپ پر انفتر ہے زیں کافرہ جو آپ کی کسی تحریر میں آتا ہے آیا
اسی اصول کی تشریع نہیں جو ابن اثیر نے بیان کیا ہے؟ حقیقتہ الرحمی صفحہ ۴۱ پر ہے:-
کفر و قسم ہے (۱) اول یہ کفر کی بخشش اسلام ہے سے انکار کرتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں ہانتا
(۲) دوسرا یہ کفر کہ مثلاً مسیح موعود نہیں مانتا اور اس کو باوجود تمام محبت کے جھوٹا ماجانتا ہے جس کے
ماننے اور پھا جانے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں
میں بھی تاکید پائی جاتی ہے لیس اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے فرمان کا منکر
ہے کافر ہے ۲)

اب یہاں پہلا کفر تو ایک ہی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا جو
دائرہ اسلام سے خارج کرنے والی چیز ہے۔ جس کو ابن اثیر نے صدی میں کہا ہے جو سرے سے

اسلام ہی کا انکار ہے اور دوسرے کفر کی صرف ایک مثال بیان کی ہے جیسا کہ اس کو شد کے لفظ سے شروع کرنے سے ساف معلوم ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک فرع کا فرع ہے۔ اور جیسے یہ ایک فرع ہے میں ہمیں اور صحیح کئی فروع ہو سکتی ہیں جنہاں پر اس کے آخر یہ فرمایا ہے اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کا فرع ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا اور رسول کو مننا ہے ان کا منکر نہیں دلخواہ رسول کے جو بہت سے فرمان ہیں جن میں سے ایک فرمان بسیح مذکور کا مننا ہے اس کو نہیں بانٹا پس یہ کفر اصل کا نہیں بلکہ فرع کا ہے اور جس طرح ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ فرع کا فرع اسلام ایمان سے خارج نہیں کرتا اسی طرح حضرت صاحب نے اسے خدا اور رسول کا منشی دلخواہ صرف ایک حکم کا انکار کرنے والا فراز دیا ہے اور یہ اسلام کا انکار نہیں نہ اور اسلام سے خارج کرنے والی چیز ہے گویا یہ دوسرے کفر پر نہ اصطلاحی معنی میں نہیں بلکہ غیری معنی انکار میں ہے جس کی بہت سی مثالیں احادیث مذکورہ بالا میں پائی جاتی ہیں۔ ہاں یہ بحث ہے کہ آگے چل کر حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے کہ یہ دوسرے کے کفر ایک جن قسم میں داخل ہیں یعنی کفر یا ان دونوں کو ایک جو قسم میں داخل کیا ہے۔ دونوں کو ایک نہیں کہا نہ دونوں کو برابر کہا ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ انسان اور گھر یا دونوں ایک سی قسم ہے ایک میں داخل ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ انسان اور گھر ایک ہیں یا دونوں برابر ہیں بلکہ ان کی جنس ایک ہی ہے ایسا ہی اصل کا کفر اور فرع کا کفر یوں تو دونوں قسم کفر ہیں انکا۔ یہی داخل ہیں مگر وہ دونوں ایک نہیں نہ دونوں برابر ہیں اور جب بالصراحت دوسری بندگی کے چکے ہیں کہ یہ سیع مذکور کو نہ ملنے کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں کہلاتا تو لازماً یہاں لفظ کافر کو الغری معنی پر چکول کرنا ہوگا۔ اور اس سے مراد وہ ہی فرعی کفر لینا ہو گا جس کے نئے گو حدیث میں جو لفظ کفر لگایا ہے مگر مراد اس سے نہیں بلکہ حقیقت دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے۔

اسی حکم ہر یہ شرعاً آپ کی بعض عبارات سے ہوتی ہے جب آپ پر یہ سوال کیا گیا کہ:

وَ هُمُ الَّذِينَ كَسَبُوكُمْ مِّنْهُ مُحَمَّداً مُّصْطَفَى أَكْثَرَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
کو سدق دل سے مانتے ہیں اور نماز فرزاد غیرہ اعمال بھی بجالستے ہیں پھر ہمیں کیا نہ تر

ہے کہ آپ کو جو یہیں۔“

تو اس کا جواب بالفاظ ذیل دیا (یہ تقریر ۱۹۰۸ء میں کی ہے۔ یعنی اسی سال کی کہ بہت پڑھنے والوں کی اور وفات سے چند روز پیشتر کی ہے اور "جنت اللہ" کے نام سے اسی وقت ہی حکیم محمد سین قریشی نے شائع کی)

"فرمایا دیکھو جس طرح بخوبی شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو مانتے کا دعویٰ کر کے ان کے احکام کی تفصیلات مثلًا نماز روزہ حج زکاة تلویٰ عبادت، کرو بجانب للاوے اور ان اعمال کو جو تنزیکی نفس ترک شر اور حصول غیر کے منتعل نافذ ہے تو یہ ہے ہیں چھپوڑے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور اس پر ایمان کے نیوے سے آزادت ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا اسی طرح سے بخوبی شخص میمع موعود کو نہیں مانتا یا نہ کسی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقت اسلام اور خایمت ثبوت اور غرض رسالت سے بے جریض ہے اور وہ اس بات کا حق دار نہیں کہ اس کو سچا مسلمان خدا اور اس کے رسول کا سچا تابع دار اور فرمابندر دار کہہ سکیں" ॥

اس عبادت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض وقت نفی سے مراد نفی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ نفی کمال ہوتی ہے اور یہ ایک مسلم امر ہے مثلًا خود اسی حدیث لا یومن احمد کو کوئے لوگوں میں فرمایا کہ جب تک میں ایک شخص کے نزدیک باپ اور بیٹھے اور سب لوگوں سے زیادہ محظوظ نہ ہو جاؤں وہ ایمان نہیں لاتا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ جتنے مسلمان دنیا میں ہیں اگر وہ اس محکم پر پوچھے فہ اتریں تو وہ فائزہ اسلام سے خارج ہیں بلکہ مراد صرف اس نہ ہے کہ وہ کامل الایمان نہیں کیونکہ کمال ایمان یہ چاہتا ہے کہ دین کو دنیا پر اور رسول خدا کی مجبت کو تمام دنیوی محبتون پر غالب کیا جائے ایسا ہی ایک حدیث میں ہے لا یومن احمد کو مختصر بیکب لایخہ مایکب لنفسہ تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ وہ اس چیز کو اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے جسے اپنے لئے پندرہ نہیں کرتا ہے یہاں بھی دہی نفی کمال ہے اسی کی بہت سی مثالیں حضرت صاحب کی اپنی تحریروں میں ملتی ہیں مثلاً کشتی ملک نوح میں ہے۔ (صفحہ ۱)

"بخوبی شخص محروم اور فرمیب کو نہیں چھپوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

۱۹

جو شخص دنیا کے لائچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھا اٹھا کر بھی نہیں
دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر منتدم
نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص لوپ طور پر ہر ایک
بڑی سے اور ہر ایک بُغیل سے یعنی شراب سے قمارباری سے۔ بدنظری سے
خیانت سے، رشوت سے۔ اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا۔ وہ
میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری
جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعایں لگانہیں رہتا اور انکسار سے خدا
کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بد رفیق کو نہیں
چھوٹتا جو اس پر بداثر ڈالتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو
شخص اپنے ماں باپ کی یعزت نہیں کرتا اور امام مرعوف میں جو خلاف قرآن نہیں
ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعجب خدمت سے لاپرواہ ہے۔ وہ
میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی الہیہ اور اس کے اقارب سے
نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں
ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو اونٹے چیز سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری
جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بننے
اور کینہ پر دارکمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

اب یہاں بعض افعال کے کرنے والوں یا ڈکھانے والوں کو یوں کہہ دیا ہے کہ وہ میری
جماعت سے نہیں اور قاتلین بیکفیر کے نزدیک جو جماعت احمدیہ میں سے نہیں ہے وہ مسلمان بھی
نہیں ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اب غور کرو کہ کیا درحقیقت یہ صحیح ہے کہ ایک
شخص جس سے زنا چوری یا کسی اور گناہ کا انتکاب ہو جائے وہ جماعت احمدیہ اور اس کے ساتھ
ہی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جس سے شراب خوری یا تھار بازی کی حرکت
سرزد ہو جائے یا جو بدنظری کرے یا رشوت لے لے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔
ایک شخص جس سے پنجگانہ نماز کا التزام نہ ہو بلکہ کبھی کوئی نماز رہ جائے وہ دائرہ اسلام سے خارج

ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو ہر وقت دعائیں نہیں لگا رہتا وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہتا۔ ایک جس
جو ہر وقت دعائیں نہیں لگا رہتا وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہتا۔ ایک جس سے ماں باپ کی
کوئی نافرمانی ہو جاتے وہ کافر ہو جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی کے
اقارب میں سے کسی کے ساتھ زمی سے سلوک ذکر کے اور احسان کے ساتھ معاشرت ذکر کے
تو وہ بھی مرتد اور دائرة اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟ ان تمام موقعوں پر سوائے نفی کمال
کے اور کچھ معنی نہیں لئے جاسکتے یعنی ان تمام موقعوں سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ کامل طور پر
احمدی نہیں ہے گو سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا فقرہ کے آخر پر یہ لفظ
آتے ہیں کہ جو شخص مجھے میس اور محمدی نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے ہے۔ حالانکہ
یہاں مراد نفی حقیقت ہے مگر یہے جلوں میں نفی حقیقت نہ گز مرد نہیں لی جاسکتی۔ گواں فقرہ
کے قریبہ کا یہ اتنا تفصیل بھی ہے۔

اب ان منقولہ بالا عبارتوں کی روشنی میں اس فقرہ کو پڑھو جو کسی خط میں حضرت صاحب
کے تبلیغ سے نکلا ہے اور جس کے معنی ان شائع شدہ تحریروں کے خلاف کر کے اسے بنائے
منہب بنایا جاتا ہے اور غور کر کہ آیا اس سے وہ معنی اخذ کئے جاسکتے ہیں؟
”بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے
اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابلِ مواجهہ ہے تو یہ
کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے
خدا کے حکم کو چھوڑ دوں..... وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنے کے وقت قرآن شریف
کی نصوص صحیح کو چھوڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے کھلے کھلنے اشاؤں سے من پھرتے ہیں ان کو راستہ
قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔“

یہاں بولفاظ ”مسلمان نہیں ہے“، آگئے ہیں کیا ان سے مراد ہی نفی کمال ہے
جس کی مثالیں حدیث سے اور سنود حضرت صاحب کی تحریر سے میں نے ابھی دی ہے۔
یا نفی حقیقت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص جو ذرا بھی غور و نکر سے کام لے فرما معلوم کر سکتا
ہے کہ بہار نہ ف نفی کمال ہے کیونکہ ایسے شخص کا اسلام سے خارج نہ ہونا خواس خط کے

لکھنے والے کوہی مسلم نہیں اس کا شائع شدہ عقیدہ ہے اور ابھی میں وہ عبارت آپ کی تقریر سے نقل کرچکا ہوں۔ جس میں یہی سوال کیا گیا ہے کہ آپ کونہ ماں تو کیا ہر ج ہے جس کا جواب یہ دیا کہ جس طرح خدا اور رسول کے اور حکم ہیں جیسے نماز و روزہ ان میں سے کسی کو زکر کرنے والا کامل مسلمان یا استبانہ نہیں کہلا سکتا اسی طرح میرا مانتا بھی خدا کے رسول کا ایک حکم ہے لیکن صرف دوسری تحریر پر
سے ہی ہم اس تقریر پر نہیں پہنچتے بلکہ خود اسی خط کے آخری فقروں نے پہنچنے کی وجہ سے اسی وجہ سے
ہے کیونکہ یہاں آخر میں صاف کہہ دیا کہ ان کو میں «راستباز»، قرار نہیں دیتا بلکہ خود پر سے لفظوں «مسلمان
نہیں ہے» کے بعد الفاظ «خدا کے نزدیک قابل موافذہ ہے» بھی اسی کی طرف اشارہ کرتے
ہیں اور وہی کچھ یہاں فرمایا جو ابھی تقریر بر صحیۃ اللہ سے نقل ہو چکا ہے۔ کہ وہ خدا اور اس کے رسول
کا کام فرمائیں اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفاسد کی اصلاح
کے لئے آتے ہیں ان کو درکونداں کی مخالفت کرنا راستبازی کا شیوه نہیں اسلام کی صیبت کے
وقت اللہ تعالیٰ شاید شخص کو اپنی طرف سے اٹھایا وہ اسلام کے عقائد سے ذرا بہادر اور
ہونے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ سماں کو دشمنان اسلام کے بال مقابل ایک راہ دکھاتا ہے۔ وہ
کوئی اپنی جائیداد نہیں بناتا حالانکہ عام طور پر سجادہ نشین مریدوں کے روپے سے ذاتی
جائیدادیں بھی بناتے ہیں بلکہ اگرچہ کی تحریک کرتا ہے تو صرف اشاعت اسلام کے لئے اور جن
لوگوں کا روپیہ ہے انہی کے پروپر دس چندہ کے اہتمام کو بھی کرتا ہے۔ وہ اسلام کے لئے ایک
غیرت اپنے سینہ میں رکھتا ہے اس کو خود کالیاں دی جاتی ہیں تو وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا مگر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک ہنگ کا لفظ اس کے سامنے آ جائے تو اسے برداشت نہیں کر
سکتا۔ مذہب اسلام کی ایک آگ اس کے دل میں لگی ہوتی ہے اور وہی چنگاری وہ ہزاروں دلوں
میں ٹوٹ دیتے ہے صلاحیت کا طریقہ راستبازی کا شیوه یہ تھا کہ اگر اس کے بعض دعا دی سمجھ نہیں بھی آتے
پہنچتے تو کم اذکم اس کی مخالفت نہ کی جاتی اور اس کی خدمت اسلام کی راہ میں روشنے نہ اکائے جاتے
بلکہ اس کے معاملہ میں خاموشی اختیار کی جاتی اس کے دعا دی کو متناثر اور سنجیدگی سے قرآن و
حدیث پر پیش کیا جاتا ان کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی۔ حسن ظن سے کام لیا جاتا اور اس کو اپنا کام
جو سوائے خدمت اسلام کے اور سوائے دشمنوں کے حلول کے دناع کے اور کچھ نہ تھا کرنے

دیا جاتا۔ لوگوں کو اس کے پاس جانے سے نہ رکا جاتا۔ یہ وہ طریقہ ہے جو حضرت نوح احمد علام فرید چاچڑاں ولے نے اختیار کیا۔ مگر بلا شبہ یہ راستبازی نہ تھی۔ اور نہ ہے کہ جب ڈھنپايد اسلام کے خلاف کوئی تعلیم نہیں دیتا اور لوگوں کو خدمت اسلام کی طرف بلاتھقا تو اس کی مخالفت پر سارا زور لگایا جائے۔

لیکن یہاں ایک اور بات بہت غور طلب ہے۔ اگر فی الواقع یہ حضرت مرتضیٰ صاحب کا عقیدہ ہوتا کہ ان کو قبول نہ کرنے والے نے الواقع کافر ہیں تو اس کے صریح خلاف تحریریں اپنی شائع شدہ کتابوں میں کیوں لکھتے۔ کیا ایک خطاب فہار عقیدہ کا موقع تھا اور خطبہ ہی ایسے شخص کے نام جو پہلے مرید ہیں میں سے ہو کر اب مخالفت کر رہا ہے۔ ہو کرتا ہیں جماعت کی تعلیم کے لئے شبب روڑ لکھی جاتی ہیں ان میں تو بالصراحت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ ہاں جنہوں نے کفر کافروں نگایا برور ٹھیک حدیث وہ کفر ان پر اٹ کر پڑا تو کیا ممکن ہے کہ ایک خطبے میں جو ایک مخالفت کے نام ہے اس کے خلاف لکھا جاتا؟ اور اگر عبد الحکیم خان اس خطبے کو شائع نہ کرے تو یہ عقیدہ ہی چھپا رہے اور ایک بھی مرید کو معلوم نہ ہو۔ یا فرض کرد اگر عبد الحکیم نے یہ روشن ہی اختیار کی ہوتی تو یہ پتہ نہ لگتا اور یہ عقیدہ مخفی مخفی رہ جاتا ایک شخص اسی کتاب میں لکھتا ہے اور شبب روڑ اس کا کام تصنیف ہے اور اسی تصنیف سے وہ جماعت کی تعلیم کرتا ہے مگر اس تصنیف میں کچھ اور لکھتا ہے اور ایک مخالفت کے نام ایک خطبے میں ان تمام تحریریں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور اپنے سارے اصول کو نزک کر دیتا ہے جو لوگ عقل دنکر سے کام لئے سکتے ہیں ان کے لئے یہ غور کرنے کا موقع ہے کہ ادل تو ایک خطبے کے الفاظ کو کھل جیرہ اور علی الاعلان تعلیم کے ماحت کرنا چاہیئے۔ دو ص۔ خطبے میں ایسے فقرے موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لکھنے والے کامن شادر دارہ اسلام سے خارج قرار دینا ہیں بلکہ محض اس قدر ہے کہ یہ راستبازی کا طریقہ نہیں۔ سوم۔ عبد الحکیم کے نام کے خطوط میں ہی ایک خطبے یہ نظر ہے کہ جن عقاید کا انہما نہ کرتے ہو ان کے رد سے نصف احمدیت ہے ہی تم الگ ہوئے ہیں بلکہ اسلام سے بھی من پھر ہے ہو جس سے صان معلوم ہوا کہ احمدیت سے نکلنا اور اسلام سے نکلنا ایک نہیں ہے۔

ھے۔ اس خطبے میں یہی علوم ہیں ہوتا کہ آپ چنان سلسلے سے خارج ہیں بلکہ یہ بھی کہ آپ اسلام سے بھی من پھر ہے ہیں۔

سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود نے جو یہ لفظ "نزیق القلوب" میر لکھ کر
یہ رے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا یہ کبھی منسوخ بھی ہرگز نہیں۔ میان صاحب اور
ان کے ہم عقیدہ ان کو منسوخ قرار دینے کے لفظی عقیدہ نہیں بناتے کہ مسیح موعود کے نہ ماننے والے لوگ کافر
ہیں بلکہ ان الفاظ کو منسوخ کرنا ان کے لئے کافی وجوہ سے مخل ہے میان صاحب نے منسوخی کی تحریر پر ۵۷ اکتوبر
۱۹۰۳ء مفراری نقی جز تریاق القلوب کی اشاعت کی تاریخ ہے چنانچہ قول الفصل کی ذیل کی عبارت ملاحظہ ہے (صفحہ ۲۶)
غرضیکہ مذکورہ بالاسوال سے ماتفاق ہے کہ تریاق القلوب کی اشاعت نکل رجوع کے آگست ۱۸۹۹ء

سے تاریخ ہوئی اور ۵۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ ہیں تھا کہ آپ کو حضرت مسیح پرجدیع
فضیلت ہے پرنسپس سے پسے کی تحریر سے محبت پکڑنا بالکل ہاؤ نہیں ہو سکتا۔
جب اس پر اعتراض کیا گیا کہ اسی کتاب القول الفصل میں یہ لکھا ہے کہ باوجود کہ ۱۹۰۳ء میں ہے کی
کسی تحریر سے محبت پکڑنا بالکل ہاؤ نہیں۔ آپ بہوت کے مسئلے میں ہی ۱۹۰۱ء کی تحریر کے خود جواب دیتے ہیں تو اپنی
دوسری کتاب حقیقتہ النبوت میں میان صاحب نے یہ تاریخ بدال کر محبت تو ۱۹۰۱ء تاریخی منسوخی فرار سے دی
انتہی ترکیا ہم تو تاریخ کہ اس سے پہلے کی تحریریں منسوخ ان سے محبت پکڑنا غلط اور پسے اسے ۵۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء
قرار دیا جاتا ہے اور شائع کر دیا جاتا ہے اور تقریباً دنوں بعد جب اعتراض ہٹلے ہے تو اسے نو ۱۹۰۱ء مفرار دیا جاتا ہے۔
اب تریاق القلوب کی مذکورہ بالآخر کے منسوخ نہ ہونے کے دو جوہ میں سے اول وجہ تو یہی ہے کہ اگر لمبہ
۱۹۰۱ء کو تاریخ منسوخی ماجائے تو اپر کی عبارت اس تاریخ سے پہلے حضرت مسیح موعود نے لکھ کی
ختی مگر شائع نہ کی تھی۔ اس اثنامیں بقول میان صاحب آپ کا عقیدہ تبدیل ہو گیا اور پہلی ساری
تحریریں باطل ہو گئیں۔ وہ تحریریں جن سے بہوت یا کفر کے مسائل پر وشنی پڑتی تھیں وہ
غلط ہمہ ہیں تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس بات کا کوئی احساس خود حضرت مسیح موعود
کو بھی تھا، یا نہیں۔ کما اس عرصہ میں میر عقیدہ تبدیل ہو گیا۔ اب وہ پہلی تحریر یہیں ناہل اشاعت
نہیں رہیں۔ یا کم از کم اگر ان کی اشاعت ہری مقصود تھی تو ایک چار سطر لکھ کر ساختہ کا دیتے
کہ یہ کتاب چونکہ ہمارے نبندیاں عقیدہ سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے اس لئے گو جنت شائع

لے اس خط کے پڑھنے سے صرف یہ علوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمارے سلسلہ سے ہی خارج ہیں بلکہ یہ بھی معلوم
ہوتا ہے کہ آپ دین اسلام سے بھی نہ پھر رہے ہیں۔

کی جاتی ہے۔ مگر قارئین کتاب متنبہ ہو جائیں کہ نبوت اور کفر کے متعلق جو کچھ ان میں لکھا گیا ہے وہ اب منسوخ ہے مگر حضرت صاحب کا ایسا کہنا اور ۱۹۰۱ء سے پہلے کی لکھی ہوئی کتابوں کو ۱۹۰۱ء کے بعد جیسے شائع کر دیا بنتا ہے کہ یہ بات حضرت صاحب کے وہم میں بھی نہ تھی کہ اس اثناء میں ان کا عقیدہ تبدیل ہو چکا ہے اور ان کی یہ تحریر یہ ہے ارشاد کر رہے ہیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ پس یہ یقینی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ ۱۹۰۱ء کی مزبورہ تبدیلی نے کم از کم اس تحریر پر کوئی آثر نہ ڈالا تھا کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ یہ تحریر اس وقت منسوخ ہوئی تھی۔ درد نصیحت صاحب جب ۱۹۰۲ء کو کتاب ختم کرنے میلے تو کچھ تحریر کا نسبت کوئی ناکہر کر دی جس کامیاب صاحب کو حقیقتہ النبوت میں اعتراف ہے اور جس کو انہوں نے کاتب و غیرہ کی شہادتوں سے ثابت کیا ہے تو جب اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کتاب کو ختم کرنے کے لئے کچھ مضمون لکھا تو کیا دو سطحیہ نہ بڑھا کتے تھے کہ اس درمیان میں میرا عقیدہ تبدیل ہو گیا ہے اور اب تمام دنیا کے مسلمان میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کافر ہیں کیونکہ اب مجھے سمجھا گئی ہے کہ میں بنی ہوں۔ مگر جو نکل یہ سب بعد کی بنائی ہوئی باقی ہیں حضرت صاحب کے وہم و مگان میں بھی یہ آسکتا تھا اس سے انہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے کی لکھی ہوئی کتاب ۱۹۰۱ء کے بعد شائع کر دی اور یہ بھی اس میں شائع کر دیا کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

یہی نہیں بلکہ تربیق القلوب میں جو کچھ اپنے دعویٰ کے متعلق لکھا ہے۔ اسے حقیقتہ الوحی میں ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی اور آپ کی دفات سے بالکل قریب شائع ہوئی صاف طور پر غیر منسوخ قرار دیا:-

و ۱۸) نشان۔ ایک دفعہ میں گرو اسپور میں ایک فوجداری مقدمہ کی وجہ سے (جو کرم الدین دھوی نے میرے اور امیر کی تباہ) موجود نظر الہام ہوا۔

بِسْلُونَكَ عَنْ شَانَكَ قَلَ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهَمَ فِي خُوضَهِمْ يَلْعَبُونَ
یعنی تیری شان کے بارہ میں لپچیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے کہہ وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشائے ہے۔ پھر ان کو اپنے لہو دہب میں جمع کر دے۔

سو میں نے یہ الہام اپنی اس چاہت کو جو گودا سپور میں ہیرے ہمراہ تھی جو چالیس آدمی سے کم نہیں ہوں گے سنادیا۔ جن میں ہولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بن۔ اے پلیڈر بھی تھے۔ پھر بعد اس کے جب ہم کچھ ری میں گئے تو فریق ثانی کے دکیل نے مجھ سے بھی سوال کیا کہ آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تربیق القلوب کتاب میں لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فعل سے یہی مرتبہ ہے۔

اب دو باتیں قطعی طور پر ثابت ہو گئیں۔ اول یہ کہ تربیق القلوب میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ آپ کے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ دوم یہ کہ آپ نے اپنے آخری ایام میں عدالت میں اور اس کے بعد اپنی فریبیا آخری تصنیف میں یہ ہماکہ تربیق القلوب میں جو کچھ اپنے متعلق لکھ چکے ہیں وہ سب درست ہے۔ اس لئے الگ کسی جگہ اس کے خلاف نظر آئے تو اسے اسی حکم اصول کے ماتحت کرنا ہو گا۔ چنانچہ اب ہم حضرت صاحب کی تحریر ذیل پر غور کرتے ہیں۔

"حضرت عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلگرو اور اہل فبلہ کو کافر کتنا کسی طرح سمجھ ہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں مرف آپ کے نہ ملتے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا بلکہ عبد الحکیم کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت سمجھا ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پلی کتابیں کے بیان میں تناقض ہے۔ یعنی پہلے آپ تربیق القلوب دینیہ میں لکھ چکے ہیں کہ ہیرے نہ مانخ سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور اب آپ لکھتے ہیں کہ ہیرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔" (حقیقت اللوحی صفحہ ۱۹۳)

ابے اس سوال سے جو کسی شخص نے کیا ہے معلوم ہوا کہ اسے حضرت صاحب کی پہلی ہزاروں تحریروں میں تربیق القلوب کی تحریر بھی شامل ہے) اور عبد الحکیم خل وائے خط میں تناقض یا اختلاف نظر آیا اس لئے وہ خود حضرت شیعہ موسوی سے سوال کرتا ہے کہ اس ظاہری اختلاف کو کس طرح حل کیا جائے۔ اب اس کا جواب کشمی طرح پر ہو سکتا ہے۔ اول یوں کہ الگ حضرت صاحب کے نزدیک تربیق القلوب اور پلی ہزاروں تحریر میں منسون تھیں تو اس کو صاف طور سے کہہ دیتے کہ پہلے ساری تحریریں ۱۹۰۱ء میں منسون ہو گئیں جب سے

ہم نے اپنا عقیدہ تبدیل کر دیا۔ دوسرا جواب یوں ہو سکتا تھا کہ ہاں دونوں میں تناقض ہے اور اس کے دو جملات حسب فیل میں تیسرا جواب یوں ہو سکتا تھا کہ دونوں تحریروں میں تناقض کوئی نہیں معرض نے غور نہیں کیا۔ ان جوابوں میں حضرت صاحب نے کون سا جواب دیا۔ فرماتے ہیں:-

”یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کرنے والے اور نہ ماننے والے کو وو قسم کے انسان ہمہ رہتے ہیں۔ حالگہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ خدا پر افتخار کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کفر نہیں تھے۔“

وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ إِفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَكَذِبَ بِأَيْمَانِهِ
لعنی بڑے کافر دوہی میں ایک خدا پر افتخار کرنے والا اور دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ لپس جیکہ میں نے ایک کذب کے نزدیک خدا پر افتخار کیا ہے۔ اس صورت میں میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفار اس پر پڑے گا جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔

اب جو شخص خدا اور رسول ہر کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمدانہ تعالیٰ کے شفاؤں کو درکرتا ہے اور مجھے کبجا بوجو دصدیاں لئے تو وہ مون کیونکہ ہو سکتا ہے اور اگر وہ مون ہے تو میں بوجا افتخار کرنے کے کافر ہمہ۔ کیونکہ میں ان کی نظر میں مفتری ہوں۔ پھر وہ لوگ کیونکہ مون ہو سکتے ہیں جو کھلے طور پر خدا کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ہزار ہائشان دیکھ کر جو نہیں اور آسمان میں ظاہر ہوتے یہ بھی میری تکذیب سے باز نہیں آتے۔ وہ خود اس بات کا اقرار دیکھتے ہیں کہ اگر میں مفتری نہیں اور مون ہوں تو اس صورت میں وہ میری تکذیب اور مکفیر کے بعد کافر ہو۔ اور مجھے کافر کہہ کر پہنچ کر پڑا۔ یہ ایک شرعاً مسلک ہے کہ مون کو کافر کہہ والا آخر خود کافر ہو جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی دو حاشیے میں ایک حاشیہ میں ذیل کے الفاظ ہیں:-
”ظلم سے مراد اس جگہ کافر ہے اس پر فرینہ یہ ہے کہ مفتری کے مقابل پر

مذہب کتاب اللہ کو ظالم ہٹھرا یا ہے اور بلاشبہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتا ہے، کافر ہے۔ موجہ مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ہٹھراتا ہے اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر نہ تباہ ہے۔ اور دوسرے کا خاتمه ان الفاظ پر ہے :-

”لپس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جمیں خود ان کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے، ان کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں؟“

اس جواب سے ایک بات جس کا کسی کو انکار نہیں ہو سکتا صاف ظاہر ہے۔ یعنی اور چوہم نے یہ شقیں جواب کی امکانی طور پر فائم کی تقدیم۔ یعنی یا ایک تحریر کی منسونخ قرار دیا جائے یا تنافض قبول کر کے کوئی اور توجیہ کی جائے یا دونوں تحریروں میں تطبیق دی جائے۔ ان میں سے حضرت سیع موعود نے پہلی اور دوسری شق کو اختیار نہیں کیا اور جواب میں صرف دونوں تحریروں میں تطبیق دی ہے۔ یعنی عبد الحکیم خار کے خط اور تریاق القلوب والی اور دوسری پہلی تحریروں میں تطبیق دی ہے۔ لپس ایک بات جو فیصلہ شدہ ہے وہ یہ ہے کہ تریاق القلوب کی تحریر اور پہلی تحریر میں حضرت صاحب کے نزدیک قطعاً منسوخ نہیں۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیے کہ نہ صرف حضرت صاحب نے تریاق القلوب کی تحریر کو کبھی منسوخ نہیں کیا بلکہ اس کے منسونخ ہونے سے صاف الفاظ میں یہاں بھی انکار کیا ہے۔ اور یوں یہ اعلان کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ حضرت صاحب نے خود آخر تک غیر منسونخ قرار دیا ہے۔ اس لئے دونوں تحریروں میں تطبیق دینا ہمارا افضل ہے۔

لئے اس تحریر کے قطبی طور پر غیر منسونخ ہونے سے نہ صرف مسئلہ تکفیر کا ہی فیصلہ ہوتا ہے بلکہ مسئلہ نبوت کا بھی قطبی فیصلہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ تریاق القلوب میں اصول یہ تاکم کیا ہے اور صاف الفاظ میں فائم کیا ہے کہ چونکہ میں بنی نہیں اس لئے میرا منکر کافر نہیں تو جب یہ تحریر غیر منسونخ ہے تو انکار نبوت خود غیر منسونخ ہوا۔ اور میاں صاحب کی سادی حقیقتہ النبوت حضرت صاحب کے اقرار صفحہ ۴۵۶ حجتہ الوجی سے جس کی رو سے تریاق القلوب کی تحریر غیر منسونخ قرار پاتی ہے اس طرح

اب تطبیق دو طرح پر ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کچھلی تحریر کو اصل قرار دے کر پہلی قسم
تحریریں کے وہ معنی لئے جائیں جو کہ دوسرا تحریر کا ظاہری مفہوم ہے۔ اور دوسرا سے اس
طرح کر پہلی "ہزاروں" تحریر دل کو اصل قرار دے کر کچھلی تحریر کے وہ معنی کئے جائیں جو اس کو
پہلی تحریر دل کے واضح مفہوم کے مقابلہ کر دیں۔ قبل اس کے کہ ہم کسی ایک پہلو سے تطبیق
کر کے اصل نتیجہ پہنچیں، تراویق القلوب کی عبارت کسی قدر تفصیل کے ساتھ نقل کر دیا فروغی
ہے۔

"ڈسٹرکٹ محکمہ منصع گرواد پور نے اپنے حکم ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں محمدین سے اس اقرار
پر مستخط کرائے کہ وہ آئندہ مجھے دجال اور کافر اور کاذب ہیں کہے گا..... اب دیکھو کہ اس قرار کے
بعد وہ استفتا اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرمائی تھی کہ تیار کیا تھا اگر وہ اس
فترے کے دینتے میں راستی پر ہوتا تو اس کو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا پڑتے تھا کہ میرے زمیک
بلے شکیر کافر ہے۔ اس لئے میں اس کو کافر کہتا ہوں بالخصوص جس عالت میں خدا تعالیٰ
کے فضل درم سے میں اب تک اور آخر زندگی تک اپنی عتاید بر قائم ہوں جن کو محمدین نے حملات
کفر قرار دیا ہے تو پھر یہ کتنی کمی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتوؤں کو
بر باد کر لیا..... اور اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہو گی کہ اس شخص نے ہمیں عدالت کو اپنے ہاتھوں سے
گرایا..... ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی مستخط کئے ہیں۔ مگر اس مستخط سے اور

(الفیہ صفحہ ۲۷) خاکستہ ہو جاتی ہے جس طرح دیا سلاطیٰ کی ایک تین سے ایک خس دعا شک کا انبار اور حضرت
صاحب صاف ان لوگوں میں شامل ہوئے جن کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔ اور صاحب شریعت کے
ماسو احمد قدس اللہ علیہ اور محدث یہ رکھ گوہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور محدث مکالۃ الہیہ
سے سرفراز ہوں۔ یہی سے یہ بھی یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحبینے جو کہیں یہ
کھا ہے کہ میری نبوت دو ہے جو تشریعی نہیں تو فی الحکیمت اپنی الفاظ کی طرف اشارہ ہے۔
یعنی وہ نبوت جو محدث کے اسم سے موصوم ہے یا اپنے لغوی یا مجازی معنی کی دوسرے نبوت کہا
سکتی ہے نہ اصطلاح شریعت کی نبوت ہے

منصغوں کے نزدیک میرے پرکھوں از ام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ہی ہھرتے ہیں۔ کیونکہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ۔ ۔ ۔

ادراس کے نچے مزید تشریح کے لئے یہ حاشیہ دیا ہے ۔ ۔ ۔

" یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تشریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے مساواجی تدریب ہم اور حدیث ہیں گوہ کیسی ہی جانب الہی میں شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الیہ سے مفراد ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا ۔ ۔ ۔ "

اب اس تحریر سے یہ امور صاف اور واضح ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اول حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ دوم۔ جو شخص عحضرت صاحب کو کافر یا دجال یا کاذب نہیں کہتا حضرت صاحب بھی اس کو کافر نہیں کہتے۔ اور حقیقت الوحی کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص آپؐ کو نہیں مانتا وہ آپؐ کو کافر قرار دیتا ہے۔ اس لئے کافر ہے۔ گویا تریاق القاوب میں تو یہ لکھا ہے کہ جو میرا انکار کرتا ہے وہ کافر نہیں ہے۔ وہی کافر ہے جو مجھے کافر یا دجال یا کاذب کہتا ہے۔ اور حقیقت الوحی میں لکھا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ مجھے کافر کرتا ہے اور کافر ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ان دونوں تحریروں میں کوئی تناقض نہیں۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

میں نے اور لکھا تھا کہ اس بحث کی دو شقیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو تریاق القلوب کی واطح تحریر کو اصل اور مکمل قرار دے کر حقیقت الوحی کی تحریر کی تاویل کر کے اس کے مطابق کریں یا حقیقت الوحی کی تحریر کو اصل اور مکمل قرار دے کر تریاق القلوب اور پہلی بہت سی تحریروں کی تاویل کریں یا ان دونوں میں سے کون سی صورت ہم کو استیار کرنی چاہیئے۔ اس پر اول تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ تریاق القلوب کے ساتھ "ہزاروں" کھل اور

واضحتحریریں ہیں اور حقیقت الوجی والی تحریر اکیلی ہے۔ اس لئے اصول اور حکم وہی تحریریں رہیں گی جن میں کثرت اور صاحت دونوں موجود ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ کبھی تریاق القلوب کی تحریر اصل ہے گی یہ ہے کہ یہاں ایک بین اور حکم اصول خود فائم کیا ہے۔ یہرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ اور نہ صرف یہ بین اصول قائم کیا ہے بلکہ اس کی دلیل بھی اس کے ساتھ ودی ہے۔ ”اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نیسوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہلاتے ہیں“ اور یہ وجہ جب تک بالطل کر کے نہ دکھائی جائے اس وقت تک یہ اصول حکم بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ گرماں کو کہیں بالطل نہیں کیا اور حقیقت الوجی میں جو کچھ لکھا ہے اس میں خود تاویل کی ہے، جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے منفری قرار دیتا ہے۔ پس جسے خود مسیح موعود نے موڈل کیا ہے اسی کو میں اور حکم اور مدلل اصول کے ماتحت کرنا پڑے گا۔ اس کے خلاف درست شہروگا۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب ایک دفعہ نہیں بیسویں مرتبہ یہ اعلان صاف الفاظ میں ہو گیا۔ کہ صرف آپ کو کافر کہنے والا کافر ہے اور یہ بھی اعلان ایسے ہی صاف الفاظ میں ہو گیا کہ چونکہ میں نبی نہیں ہوں محدث اور علمہم ہوں اس لئے میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا تواب یہ صاف الفاظ سوائے اس صورت کے منسون یا موقول نہیں ہو سکتے کہ ان کے بال مقابل ایسا ہی کھلا دعویٰ کی تردید کے لئے ایسا ہی صرسچ اور کھلا دعویٰ بال مقابل چاہیئے۔ جب ایک دفعہ یہ صاف کہہ دیا کہ چونکہ میں نبی نہیں اس لئے میرا منکر بھی کافر نہیں تواب اس سے پچھے نہیں ہٹ سکتے جب تک کریم ذکر ہیں کہ چونکہ میں بھی ہوں اس لئے میرا منکر کافر ہے اور چونکہ یہ لفظ حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر یا القسر یا خط میں نہیں ہیں۔ اس لئے اس پہلے کھلے اعلان کو کسی دوسری

لئے یہ اصول بھی حضرت صاحب نے قائم کیا ہے کہ جہاں اختلاف نظر آئے کثرت کو حکم قرار دو اور تلت کو اس کے ماتحت کرو۔

تحریر سے رد یا اس کے ماتحت نہیں کیا جاسکتا۔

تیسروی اور بڑی بھاری وجہ کہ کیوں تربیاق القلوب کی تحریر ایک اصل مکمل ہے جس کے ماتحت دوسرا تحریر کو کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ خود حقیقت الوجی میں اور اس کے بعد وہ تحریریں اور تفاصیل آپ کے علم اور زبان سے نکلی ہیں جن میں بار بار تربیاق القلوب کے اصول کو دہرا یا ہے اور بڑے بڑے مقابلے کے وقت میں اس اصول کو ترک نہیں کیا۔ نور کے طور پر حقیقت الوجی صفحہ ۱۲۰ کے الفاظ نقل ہو چکے ہیں جہاں لکھا ہے: ” پھر اس جبود کو تو فرمائیں ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے میں کوڑا مسلمانوں اور کلمہ کوڑی کو کافر فرمہا یا۔“

اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے نتولی کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مختلف مسلمانوں کو کافر فرمہا یا ہوتا تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس تدریخیات ہے کہ کافر تو فرمہا دیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر فرمہا یا ہے اور پھر جبکہ ہم اپنے نتولی کے ذریعے سے کافر فرمہا چکے اور آپ ہمیں اس بات کے بھی تائل سوچتے کہ جو شخص کمی مسلمان کو کافر کرے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہماری حقیقت نہ فھاک بوجبہ انہیں کے اقتدار کے ہم ان کو کافر نہ کہتے۔“

پھر بڑا ہمین احمد یہ حصہ پختہ میں جر ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کی لکھی ہوئی ہے یعنی اُسی زمانہ کی جب حقیقت الوجی لکھنے کی ضمیمہ صفحہ ۱۱ پر فریل کے الفاظ لکھ کر ”کیا مجھے کافر اور بے ایمان کہنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث جس میں کہ لکھا ہے کہ آخری زمانہ کے اکثر مولوی میہودیوں کے مولویوں سے مٹا بہت پیدا کر لیں گے۔ یاد نہیں رکھتے“ اس پر یہ حاشیہ دیا ہے۔

” آخری زمانہ کے وہ علمائجن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے یہود فرار دیا ہے وہ بالخصوص اُن قسم کے مولوی ہیں جو صحیح موعود کے مختلف اور جانی دشمن اور اس کی تباہی کی فسکر میں لگے ہوئے ہیں اور اس کو کافر اور بے ایمان اور

دجال کہتے ہیں۔ اور اگر ان کے لئے ممکن ہو تو اس کو صلیب دینے کے لئے تیار ہیں کیونکہ یہود کے فقیہ اور فلسفی حضرت علیہ السلام سے اسی طرح ہی پیش آتے تھے اور ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جو عملاً اس قسم کے نہیں ہم ان کو یہودی نہیں کہتے۔ بلکہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کے دشمنوں کی طرح مجھے دجال اور کافر در بے ایمان کہتے ہیں وہی یہودی ہیں اور میں ان کو یہودی نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کا کلام ان کو یہودی کہتا ہے اور یہ تو امرِ مجبوری ہے جس حالت میں درحقیقت میں سچا ہوں۔ نہ کافرنہ دجال نہ بے ایمان ہوں۔ لپس جو شخص سچے یح کو الیسے الفاظ سے یاد کرتا ہے اس کو اخضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودی قرار دیتے ہیں۔ اگر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مجھے بے ایمان کافر دجال قرار نہیں دیتے اور دا جب القتل نہیں سمجھتے تو ہم ان کو یہودی نہیں کہتے۔

یہاں صاف مخالف علماء کو بھی یہودی یا کافر کہنے سے انکار کیا ہے اگر وہ آپ کو کافر و دجال قرار نہیں دیتے تھے کہ مولوی محمد حسین صاحب کے متعلق بھی یہ کہا ہے جن کی ساری عمر مخالفت میں صرف ہوئی کہ اگر وہ مجھے کافر و دجال نہیں کہتا تو میں سے یہودی نہیں کہتا۔

بھرا آپ کی آخری تقریر جو میاں نفضل حسین صاحب بیرٹریٹ لاس کے ساتھ گفتگو کے رنگ میں ہوئی۔ اس میں آپ نے فرمایا:-

ہم کسی کلمہ گر کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے اب جو انہیں کافر کہا جاتا ہے تو یہ انہیں کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم نے مبارکہ کی درخواست کی۔ ہم نے کہا دو مسلمانوں میں مبارکہ جائز نہیں۔ اس نے جواب میں لکھا کہ سب تو مجھے پلا کافر سمجھتے ہیں۔

اس پر سوال ہوا کہ غیل احمدی آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں لیکن آپ نہ کہیں تو اس میں کیا ہر ج ہے؟ ”تبریز میں فرمایا۔“ جو ہم کو کافر نہیں کہتا ہم اس کو ہرگز کافر نہیں سمجھتے۔ یہ نام تحریریں اور تفسیریں کس قدر صفائی سے اسی اسوں کا با باریار اعادہ کرنی ہیں جو

نزیاق القلوب میں فائم ہو چکا ہے۔ ان تمام وجوہات پر تربیت القلوب کے الفاظ جن میں فی الحقيقة بوجہ ان کی کامل درجہ کی صفائی کے کسی گنجائش کی گنجائش نہیں بطور اصول حکم رہیں گے اور اگر ان کے خلاف کوئی لفظ نظر آئیں تو اس تابعوں کے مطابق جس کو اپر ہم نے بدلائی قائم کیا ہے ان کی تاویل کی جائے گی۔

لیکن اتمام محبت کے لئے ضغوطی دیر کے لئے ہم یوں بھی مان لیتے ہیں کہ نزیاق القلوب کے الفاظ کسی ایسے طریق پر بوجہ اسی سمجھ سے باہر ہے مژد عہد سکتے ہیں رسم و تور وہ حضرت شیخ موعودؒ کے قطبی فیصلہ کے سامنے کسی طرح ہو نہیں سکتے۔ اور حجتیقت الوجی کے لفاظ بطور اصول ہیں تو اس سے دو باتیں لازم آتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت صاحب کے نزدیک جو شخص آپ نہیں مانتا وہ آپ کو مفتری قرار دیتا ہے اور دوسری یہ کہ ہر شخص جو آپ کی بیعت نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ اب ان دونوں نتائج پر ہم ضغوطی دیر کے لئے غور کر تے ہیں۔

اول اس بات پر غور کرنا کہ ”جو شخص مجھے نہیں مانتا“ سے اس صورت میں کیا مزادی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ جو دوست اس الفاظ کو میاں صاحب دینا چاہتے ہیں اس سے لحاظ سے اس میں وہ سب لوگ شامل ہیں جنہوں نے آپ کی بیعت نہیں کی کیونکہ اور کوئی علامت نہ ماننے کی صورت میں قرار نہیں دی جاسکتی اور میاں صاحب کا مذہب بھی یہی ہے اس لئے وہ ان لوگوں کو جو دل سے حضرت صاحب کو سچا ماننے ہیں اور منہ سے بھی آپ کی صداقت کا قرار کرتے ہیں۔ کافر قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ شروع میں ان کی تحریر کا جواہر دیا جا سکے۔ اب اول تو اس طرح پر حضرت صاحب کی تحریر کے منی خلاف واقعات ہوں گے کیونکہ جو لوگ بیعت میں داخل نہیں ان میں بہت بڑا حصہ شاید ۹۰% یا اس سے بھی زیادہ تر وہ ہے جن کو آپ کی خبری نہیں تو کیا سچ ہے کہ جو آپ کو نہیں مانتا وہ اسی لئے نہیں مانتا کہ وہ آپ کو کافر قرار دیتا ہے؟ الفاظ کو جب عام قرار دیا جا سے تو ان پر کوئی قید لگائی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ ان کو اس صورت میں حکم اور صاف مان لیا گیا ہے اوس اگر پر قید ان پر لگا دی جائے کہا یہ مدد ماننے والے جن پر اتمام محبت ہو چکا ہے تو یہ خود تاویل ہو گئی۔ کیونکہ عام الفاظ کو کسی اور بناء پر ہم نے مقید

کر دیا۔ محمد و دکر دیا۔ اور حب ب ایک طرح سے ان کو مقید کیا جا سکتا ہے تو کہ فی درسر نہ
قید بھی لگائی جا سکتی ہے جو حضرت صاحب کی کسی دوسری تحریر سے پیدا ہوتی ہو۔ ایکن
تکفیر اول قید کے شیدائیوں کی خاطر ہم لبطون تنزل ہے جو مان لیتے ہیں کہ یہ قید ان پر لگادی جائے۔
کہ یہاں صرف وہ لوگ مراد ہیں جن کو اصلاح پہنچی ہے تو اب کیا برائے واقعات ہر سچ ہے
کہ جو لوگ حضرت یحود کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے اور انہوں نے آپ کا نام سننا ہے۔
وہ اسی لئے شامل نہیں کہ وہ آپ کو مفتری سمجھتے ہیں کیا قریب ایک بیعت کرنے والے پر ایک
زمانہ وہ نہیں آیا کہ حب و حضرت صاحب کی بیعت میں بھی نہیں تھا اور آپ کو مفتری بھی نہیں
سمجھتا تھا۔ میں خود اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ شہادت ادا کر سکتا ہوں کہ میں، میرے بڑے بھائی
مولوی عویز بخش صاحبؒ۔ اے اور ہمارے مرحوم والد ماجد ۱۸۹۱ء سے جب حضرت
صاحب نے دعویٰ کیا۔ ہمارے دل میں کبھی یہ وہم بھی نہیں آیا کہ حضرت صاحب مفتری
میں با ایں ہم بیعت میں ۱۸۹۲ء تک داخل نہیں ہوئے۔ اور میں بہت سے ایسے اور
لوگوں کو جانتا ہوں کہ حضرت صاحب کی بیعت میں داخل ہونے سے پہلے ان پر کم و بیش
کچھ زمانہ الیسا گزارا ہے جب وہ حضرت صاحب کو مفتری ہرگز ہرگز نہ سمجھتے تھے اور اب بھی میں
بہت سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کے متعلق میں یقین واثق کے کہہ سکتا ہوں کہ گو
وہ حضرت صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوں مگر ان کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ
حضرت صاحب مفتری ہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی احمدی الیسا ہو جس کے دونوں میں
کم و بیش ایسے لوگ موجود نہ ہوں جو حضرت صاحب کو مفتری نہ سمجھتے ہوں اور بیعت میں بھی
داخل نہ ہوں۔ لوگوں کو سینکڑوں محبوبیاں ہوتی ہیں۔ بعض اپنی کسی مجبوری سے بعض محض غفلت
سے بیعت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ مزاروں سلان ایسے ہیں جو نہیں
پڑھتے یا باقاعدہ نہیں پڑھتے مگر اس لئے نہیں کہ نماز کے حکم کو خطا سمجھتے ہیں بلکہ اپنی کمزوری سے
غفلت سے کیا خدا احمدیوں میں ایسے لوگ نہیں ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ جب ایک حکم کی تعیین
میں غفلت کو وجہ قرار دینا جائز ہے تو درسرے میں کیوں نہیں؟ بیسوں احکام خداوندی ہیں جن
میں غفلت اور اپنی کمزوری حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی حالت حضرت صاحب کے معاملہ میں ہے۔

بہت بڑی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو عقائد کی وجہ سے توجہ ہی نہیں کرتے اور ان لوگوں کی بھی کثرت ہے جو حضرت صاحب سے حسن طبل رکھتے اور مجدد تک جانتے ہیں مگر انہی کسی کمزوری سے یا کسی اور تجویزی سی رکاوٹ دل میں آجائے کہو جس سے بعیت میں شامل نہیں ہوتے۔ لیکن واقعات کو حضور کرخو و حضرت صاحب کی تحریروں کی طرف آؤ تو کیا وہ اس خیال کو صاف دھکے نہیں دیتیں؟ مردم شماری کے وقت جو عام اطلاع حضرت صاحب شائع کرتے ہیں اس میں یہ لفظ بھی ہیں۔

”جو شخص بعیت کرنے کے لئے متعدد ہے گواہی بعیت نہیں کی، اس کو بھی چاہیے کہ اسی براحت کے موافق اپنا نام لکھوئے اور پھر مجھے کسی وقت اپنی بعیت سے اطلاع دیں۔“

ابے غور کو کہا گر حضرت صاحب کے نزدیک یہ لوگ کافر ہیں تو ان کو احمدیوں میں نام لکھوئے کی کیوں براحت کرتے ہیں؟ پھر ایک اور تحریر کی طرف آؤ۔ خواجہ غلام فرید مرحوم نے آخر تک بعیت نہیں کی اور حضرت صاحب کی تحریریں اسے سلحا میں داخل کرتی ہیں لیس کیوں وہ تجویز حضرت صاحب کے الفاظ سے نکالتے ہو جا کپ کی باقی تحریروں کو باطل کرنا ہو کیوں نہیں سوچتے کہ کسی شخص کی ایک عبارت سے وہ نتیجہ نکالتا جو اس کی دوسری عبارتوں کو نظر کر کے یہاں حق کا شیوه نہیں بلکہ قرآن تعلیف نے یہ ان لوگوں کا طریق بنایا ہے جن کے دلوں میں زیغ یعنی کجھ ہے۔ لیس نتیجہ اول یعنی کہ جو شخص بعیت میں داخل نہیں وہ اسی لئے داخل نہیں کہ حضرت صاحب کو مفتری سمجھتا ہے۔ واقعات کی رو سے بھی غلط ہے اور حضرت صاحب کی اپنی تحریروں کی رو سے بھی غلط ہے۔

اب ہم دوسرے نتیجہ کو لیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ جو شخص آپ کی بعیت نہیں کرنا وہ کافر ہے یہ نتیجہ ادل اہنی وجہ سے باطل ہے جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ جب تزیین القنوب کی تحریر منسوخ نہیں تو یہ دلوں بائیں کیونکہ درست ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ میرے دلوں کے انکار سے کافر نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ ہر ایک میرے دلوں کے انکار کرنے والا کافر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تزیین القنوب کی عبارت کا مستعار صرف اس قدر ہے کہ یہ سے دنیا بکار کے انکار سے

بلا واسطہ کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ لیکن اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلیعہ کے حکم کا نافرمان ہے کافر ہے۔ یعنی بالواسطہ کافر ہے۔ مگر کوئی بھی عقل بند ایک محکم کے لئے اس تادیل کو قبول نہیں کر سکتا بل واسطہ ہٹوا۔ یا بالواسطہ ہوا۔ آخر الیسا شخص کافر ہوا۔ حالانکہ حضرت نیجع موعود کی ساری بحث تریات القلموب میں یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صرف اس لئے اس الزام کی نیچے ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اس اقرار پر دستخط کر دیتے کہ میں مژا صاحب کو کافر نہیں کہوں گا۔ حالانکہ آپ کے عقائد وہی تھے جن پر اس نے کفر کا نتوی لکھا یا خدا اور اپنی بریت یوں ظاہر کرتے ہیں کہ میرے زندگی تو محمد حسین میرے انکار دعویٰ کی وجہ سے کافر نہ تھا بلکہ مجھے کافر کہنے کی وجہ سے کافر تھا۔ پس جب اس نے اقرار کر لیا کہ کافر نہیں ہے کافر نتوی سے نزدیکی وہ کافر نہ رہا۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت صاحب کا منشاء یہ تھا کہ مولوی محمد حسین بلا واسطہ کافر نہیں بالواسطہ کافر ہے تو حضرت صاحب بعینہ اسی الزام کے نیچے رہیں گے جو وہ خود مولوی محمد حسین پر دے رہے ہیں۔ گویا آپ بھی دل سے توا سے کافر سمجھتے تھے مگر حاکم کے خوف سے انکار کر دیا کہ میں سے کافر نہیں کہوں گا۔ اور یوں جو اپنی پیشگوئی کا پرواز ہونا اقرار دے رہے ہیں کہ یوں مولوی محمد حسین کی ذلت ہوئی۔ وہی ذلت اپنی بھی ہوئی۔ اصل بات تھی ہے کہ نوٹس تو ایک ہی تھا جس پر دونوں فریقین کے دستخط ہوتے۔ مولوی محمد حسین نے یہ اقرار کیا کہ میں میں نہ مژا صاحب کو کافر کا ذب اور دجال نہیں کہوں گا۔ اور حضرت صاحب نے بھی یہ اقرار کیا کہ آئینہ میں مولوی محمد حسین کو کافر کا ذب اور دجال نہیں کہوں گا۔ مولوی محمد حسین نے حضرت صاحب پر بوجان عقاید کے بڑی مختبر کے لئے کفر کا نتوی تیار کیا تھا۔ اس نوٹس پر دستخط کرنے سے اس نے گویا یہ تسلیم کر لیا کہ وہ نتوی جھوٹ تھا اور یادی سے اب بھی کافر سمجھتا تھا مگر حاکم کے خوف سے اقرار نامہ پر دستخط کر دیتے۔ یہ دونوں الزام اس پر لیے نئے جو اس کی ذلت کا موجب ہوتے۔ اور حضرت صاحب نے اس سے اپنی پیشگوئی کا ہونا اقرار پایا۔ اب اگر دل میں ایک شخص کو کافر جان کر حاکم کے سامنے یہ اقرار کرنا کہ میں اسے کافر نہیں کہوں گا فلت کا موجب ہے۔ جیسا کہ صراحت سے حضرت صاحب نے لکھا ہے تو جو لوگ تریات القلموب کی تحریر کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اس میں فی الواقع کفر کا انکار نہیں صرف بلا واسطہ کفر کا انکار ہے۔ وہ حضرت

حضرت مسیح موعود کو اسی ذلت کا مصدقہ قرار دیتے ہیں۔ جس میں مولوی محمد حبیب نبلا ہوئے اور علاوہ اس کے اس صورت میں حضرت صاحب کا مولوی محمد حبیب کو ذلت کا مصدقہ قرار دینا نعوذ باللہ مغضن چالاکی تھی کیونکہ جس بات کے آپ مرتکب ہوئے اسی کا الزام درسر کوئی نہ ہے ہیں اور اپنی بریت ظاہر کر رہے ہیں بلکہ یہ چالاکی اور بھی زیادہ ذلیل کن حرکت نظر آئی ہے۔ جب ان الفاظ سے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ یہ مطلب لیا جائے کہ دل میں یہ مخفی رکھا ہے کہ کافر تو ہو جاتا ہے مگر دعوکہ دینے کے لئے لفظ ایسے اختیار کئے کہ لوگ صحیحیں کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا۔ سوچ لو اور خوب غور کرو کہ تربیت القلوب کو منسونخ کئے بغیر تم وہ معنی حقیقت الوحی کی عبارت کے نہیں لے سکتے ہو جو یتھے ہو۔ اور منسونخ کے معاملہ میں تمہارے ہاتھ خود حقیقت الوحی کی ہی عبارت نے کاٹ لئے ہیں۔ جو تنافق کو تسلیم نہیں کرتی اور تربیت القلوب کو محکم اور غیر منسونخ قرار دیتی ہے۔

اب درسا پلپلو۔ یعنی تربیت القلوب کی عبارت کو اور اسی قسم کی پہلی اور حکمی کثیر التعداد تحریروں کو اصل اور محکم قرار دو اور حقیقت الوحی کی اکیلی عبارت کی وہ تاویل کرو جو اس کو اصل اور محکم کے مطابق کر دے تو ہات کس قدر صاف ہے اور یہ تاویل بھی کوئی الیسی نہیں جس کے قبول کرنے میں کسی شخص کو ادنیٰ تائل بھی ہو سکے۔ پہلے تربیت القلوب کی عبارت پر غور کرو۔ وہاں صرف کافر کہنے والے کا ذکر نہیں بلکہ ایسے منکروں کا بھی ذکر ہے جو کافر پا دجال کہتے ہیں چنانچہ جس نوٹس پر سختخط کراشے گئے اس میں یہ لفظت ہے کہ آئندہ میں مرزا صاحب کو کافر یا کاذب یا دجال نہیں کہوں گا۔ لیس تربیت القلوب میں وہ قسم کے منکروں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو آپ کو کافر کہتے ہیں یا کافر نہیں تو دجال اور کافر یعنی مفتری کہتے ہیں ان دونوں کو ایک حکم میں رکھا ہے اور درسرے وہ منکر جو آپ آپ کو کافر، کاذب دجال نہیں کہتے یعنی نہ کافر کہتے ہیں۔ نہ مفتری اس قسم دوم کے انکار کرنے والوں کے متعلق یہ لفظ فرمائے ہیں کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا گویا آپ کی تکفیر کرنے والے اور وہ منکر جو آپ کو کاذب یعنی چھوٹا بھی قرار دیتے ہیں۔ ایک قسم میں داخل ہیں اور ان کا حکم ایک ہے اور درسرے منکروں

کا حکم الگ ہے۔ پس ایک قسم کے نہ ماننے والے وہ ہیں جو اسی ذیل میں داخل ہیں جس میں کافر کہنے والے اور دوسرا قسم کے منکروں ہیں جو اس ذیل میں داخل نہیں۔ جو کافر کہنے والے کی ذیل میں داخل ہیں، ان کا حکم درہی ہے جو کافر کہنے والوں کا۔ جو اس ذیل میں نہیں۔ وہ محض انکار سے کافر نہیں ہوتے اور حقیقت الوحی میں ہے کہ نہ ماننے والے اور کافر کہنے والے ایک ہی قسم ہیں۔ پس اگر یہاں وہ نہ ماننے والے مراد لئے جائیں جن کو تریاق القلوب میں قسم اول میں داخل کیا گیا ہے تواب معاملہ صاف ہو گیا اور دونوں عبارتیں درست رہیں۔ اگر اقرار صرف اس قدر ہوتا کہ میں آئندہ آپ کو کافر نہیں کہوں گا اور کاذب دکھنے کا اقرار نہ ہوتا تو حقیقت الوحی اور تریاق القلوب میں شک اختلاف ہوتا مگر جبکہ یہ اقرار صاف موجود ہے کہ کافر بھی نہ کہوں گا اور مفتری بھی نہ کہوں گا تو حقیقت الوحی اور تریاق القلوب میں بے شک اختلاف ہوتا۔ بلکہ صرف الفاظ پر غوڑکرنے سے یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ کوئی اختلاف ہے۔ تریاق القلوب میں انکار کرنے والوں کے در گروہ ہیں ایک وہ بہاؤ انکار بھی کرتے ہیں اور کاذب بھی کہتے ہیں۔ دوسرا وہ جوانکار کرتے ہیں مگر کاذب نہیں کہتے، دجال نہیں کہتے۔ اور حقیقت الوحی میں ان انکار کرنے والوں میں سے اول الذکر گروہ کا ذکر ہے، دوسرا کا یہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے ریعنی مفتری کہنے والے، ایک ہی قسم میں اور یہ بھی صحیح ہے کہ محض انکار دعویٰ نے یعنی اس کو تسلیم نہ کرنے سے کوئی شخص کافر بھی نہیں بتا۔ اب دیکھو یہ کس قدر صاف اور پکامہ ہے۔ جو کچھ پہنچے کہا وہ ہی بعد میں کہا یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے اپنی تحریروں میں تناقض کو تسلیم نہیں کیا۔

ان معنوں کی صحیت پر یہ بختہ دلیل ہے کہ حقیقت الوحی میں بھی حضرت صاحب نے صاف فرمادیا ہے کہ ملک کن نہ ماننے والوں کا ذکر ہے کیونکہ ان الفاظ کے بعد کہ «خداء کے نزدیک ایک ہی قسم ہے» اک فرماتے ہیں۔ «کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔» اب مفتری یا کاذب کہنا ایک ہی ہے کیونکہ جو شخص منحاب اللہ ہونے کا دعوے کرتا ہے اسے مفتری کہنا اور کاذب کہنا ہم معمنی ہے۔ جو کاذب کہتا ہے اس کا منشار بھی یہی ہے کہ خدا نے اسے نہیں کہا کہ نہ مامور ہے

اور مفتری کہنے کا بھی بعدنہ یہی منشا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہاں حضرت مسیح موعود سارے دعوے کے منکروں کا ذکر نہیں کر رہے بلکہ صرف انہی کا جواب کو مفتری یا کاذب کہتے ہیں۔ اور تزیاق القلوب میں یہی کاذب کہنے والے اور کافر کہنے والے کو ایک ہی قسم میں رکھا ہے۔ سود و نوں تخبروں میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ایک ہی منہ سب ہے۔

ایک اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ حقیقت الوجی کی اسی عبارت میں جو اپر نقل ہو چکی ہے۔ آگے لکھا ہے۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتخار کیا ہے۔ اس صورت میں نہ صرف میں کافر ہوا بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کافر اس پر پڑے گا۔ اب اس سے درجاتیں صاف ہوئیں۔ اولے یہ کہ وہی شخص جس کو اپر نہ مانتے والا کہا ہے یہاں اس کو مکذب کہا ہے اور مکذب وہی ہے جو ایک مدعی کی مکذبیں کرے یعنی اسے کافر کہے اور کاذب کہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں ان نہ مانتے والوں کا ذکر ہے جو مفتری کہتے ہیں اور جن کا ذکر تزیاق القلوب میں بھی کافر کہنے والوں کی ذیل میں کیا ہے۔ اور درستہ یہ بات بھی صاف ہوئی کہ حضرت مسیح موعود نے اب بھی اپنے انکار یا اپنے دعوے کے انکار کو وجہ کفر قرار نہیں دیا بلکہ وجہ کفر صرف اس بات کو ذرا دیا ہے کہ مفتری کہہ کر اس نے مجھے کافر کہا۔ اس لئے اس حدیث کے مطابق جو کافر کہنے والے پر کفر لڑتا تھا ہے۔ اس صورت میں بھی کفر لڑتا۔ پس اب بھی وہی بات تاثم ہے۔ جو تزیاق القلوب میں کہی تھی۔ یعنی حاشیہ ۱۳۱ میں "اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں" گویا اب بھی اپنے دعویٰ کے انکار کو وجہ کفر قرار نہیں دیا تھا۔ بلکہ پونکہ کافر کہنے والا اور کاذب کہنے والا معنی یکساں ہیں یعنی مدعی کی دونوں تکفیر کرتے ہیں۔ اس لئے دونوں اس حدیث کے ماخت خود کفر کے نیچے آ جاتے ہیں۔

جو تھا قرینہ حقیقت الوجی کے صفحہ ۱۴۳ کا حاشیہ ہے جہاں پر اس بات کا

اعادہ کیا ہے۔ کہ وجہ کفر مفتری کہنے والے میں کیا ہوتی ہے۔ آیا انکار رعنی وجہ کفر ہے۔ بیساکہ انپردار میں ہے یا یا حدیث جو تبیذ کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ «مفتری کے مقابل پر مکذب کتاب اللہ کو ظالم ہٹھرا ہا ہے» اور آخر پر دراس یہ ہے میرتی تکفیر کی وجہ سے آپ کافر نہیں ہے۔ «اب دیکھ لو کہ یہاں کس قدر صفائی سے کافر نہیں کی وجہ مختص اپنی ہی تکفیر قرار دی ہے خواہ وہ تکفیر اس لئے ہو کہ ایک شخص نے آپ کو کافر کہا اور خواہ اس لئے کہ ایک شخص نے آپ کو مفتری کہا۔

پانچواں قرینہ یہ ہے کہ اسی جواب کے آخر پر حاشیے میں پھر اس صفائی کے ساتھ اس بات کا اختلاف کیا ہے کہ میں اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ چنانچہ صفحہ ۲۴۵ کے حاشیے پر ہے۔ «میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے۔ ان کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہے۔» اب ان الفاظ پر خوب غور کر دکہ اہل قبلہ کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک کہ ان کے اندر کوئی وجہ کفر پیدا نہیں ہو جاتی۔ اب جاؤ اور حضرت مسیح موعود کی ساری کتابوں کو تلاش کر دکہ آیا اپنے وعدی کے انکار کو کہیں وجہ کفر قرار دیا ہے۔ ساری تحریروں اور تقریبہ روں کو تلاش کر کے ایک فقرہ بھی الیا نہیں بتا سکتے۔ اور ہرگز نہیں بتا سکتے جس میں کبھی حضرت صاحب نے کہا ہو کہ یہ یعنی دعویٰ کی انکار بھی ایک وجہ کفر ہے۔ اس کے برعکس حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں صاف لکھا ہوا ہے کہ میرے دعوے کا انکار وجہ کفر نہیں۔

- اسی سوال کے جواب میں دیکھ لو کہ کتنی دفعہ وجہ کفر مفتری قرار دیتا ہے۔
- (۱) «اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔
 - (۲) جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتخار کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔
 - (۳) «وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ہٹھرا تا ہے۔ اس لئے میرتی تکفیر کی وجہ سے آپ کافر نہیں ہے۔
 - (۴) «مجھ کو باوجود صدقہ انشا نہیں کے مفتری ہٹھرا تا ہے۔»

(۵) اگر وہ مومن ہے تو میں وجہ انتہا کرنے کے کافر ٹھہرا ہے
لیکن نکھل میں ان کی نظر میں مفتری ہوں -

(۶) پھر وہ لوگ خدا کے نزدیک لیکن کرمون ہو سکتے ہیں جو کھلے کھلے طور پر خدا کے
کلام کی تکذیب کرتے ہیں -

(۷) پھر بھی یہی تکذیب سے باز نہیں آتے -

(۸) تو اس صورت میں وہ یہی تکذیب اور تکفیر کے بعد کافر ہوئے اور مجھے کافر ٹھہرا کر
اپنے کفر پر عہد لگا دی -

(۹) میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہی کے ہاتھ سے ان کی وجہ
کفر پیدا ہو گئی ہے۔ ان کو کیوں کرمون کہہ سکتا ہوں -

ابے میں ایک اور پہلو کو لیتا ہوں۔ جب پہلی اور آخری تحریریں اور تقریریں
بصراحت اس بات پراتفاق رکھتی ہیں کہ حضرت صاحب کا مذہب یہی تھا کہ جو ہم کو
کافر نہیں کہتے ہم بھی ان کو کافر نہیں کہتے تو کیا ہمیں حق ہے کہ درمیان کی ایک تحریر کو
کراس کے معنی تمام پہلی اور کچھلی تحریروں کے خلاف کریں کیا اس کا یہ مطلب نہ ہو گا کہ
حضرت صاحب خود بے اصول باتیں کہتے رہتے تھے کبھی کچھ کہہ دیا کبھی کچھ میں دعویٰ سے
کہتا ہوں کہ حضرت صاحب نے جو اصول ترقی القلوب میں باندھا ہے اسے کبھی نہ کہا ہیں
کیا۔ وہ کیا اصول ہے؟ یہ کہ ایسا شخص جو آپ کو کفر یا کاذب یا دجال کرتا ہے۔ وہ تو ضرور
نتوئے حدیث کے ماختت خود کفر کے نیچے آتا ہے لیکن ایسا کہنے والوں یا سمجھنے والوں کے
علاوہ جو لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے دعویٰ کوتباول ہنیں کیا یا انہی بیعت ہنیں کی وہ محض
الکار دعویٰ سے کافر نہیں ہو جاتے یہی اصول پہلی تحریروں میں ہے یہی حقیقت الوجی
میں ہے یہی اس کی بعد کی تحریروں میں ہے -

پھر غور کرو کہ آخر مسلمانوں کو کافر کہنا ایک بڑا بھاری جرم ہے۔ اگر شکی طور پر کسی
ایک تحریر کے کوئی معنی ایسے کہ بھی سکتے ہیں جس سے اہل قبلہ کی تکفیر لازم آتی ہے تو احتیاط
کس پہلو میں ہے؟ ان لوگوں کو ایک ملزم کی حیثیت میں بھی رکھلو تو بھی شرعیت اور

قانون شک کا فائدہ ملزم کو دیتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی شبہ وارد بھی ہو گوئی نہیں سمجھ سکتا کہ ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ تو بھی صریح الفاظ کے بال مقابل بعض شبہ کی بناء پر اہل قبضہ کی تکفیر کوئی محظوظاً جرم نہیں۔ یہ اتحاد اسلامی کو پاش پاش کرنا ہے۔ یہ تفریق بین المسلمين ہے۔ یہ اعدیٰ نے اسلام کی اعانت ہے اور اسلام میں ایسی خطرناک تفرقہ ادازی اس جماعت کے لئے مناسب نہیں ہو اسلام کی خدمت کے مقام پر کھڑی گئی تھی۔ جس کے ایک ایک فرد سے اسلام کی خدمت کا وعدہ لیا گیا تھا۔ جس کے ہر ایک فرد کی تعلیمات شرائط بیعت میں یہ شرط موجود ہے کہ مسلمانوں سے بالخصوص اور سب المانوں سے بالعموم ہدایہ دی رکھوں گا۔

اس عقیدہ تکفیر اہل قبضہ کا جو نہایت گفناوٹا پہلو ہے وہ یہ ہے کہ میاں ساحبہ نے حضرت مسیح موعود کے نام سے بے خہ مسلمانوں کو بھی کافر کا دردیبا۔ حالانکہ حضرت صاحب کے صاف لفظ حقیقت الوحوی میں یورن وجود میں ہے:

”میرا بے بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے ان کو کیونکرہو من کہہ سکتا ہو۔“
حاشیہ صفحہ ۱۶۵

اب سے اگر راجحی خوفِ خدا کو دل میں رکھ کر ان الفاظ پر غور کیا جائے تو بے خہ مسلمانوں کو تو بہر حال کافر کہنے کی جرأت نہیں جائے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے یہ شرط مذہبی ایسے کہ ان کے ہاتھ سے ان میں وصیکفر پیدا ہوئی ہو۔ اب سوچو کہ بے خہ مسلمانوں میں ان لوگوں میں جن کو مسیح موعود کے نام کی بھی خبر نہیں۔ ان کے ہاتھ سے کون سی وجہ کفر پیدا ہوئی اور کس طرح؟ حضرت صاحب تو انکار دعوئے کو بھی وجہ کفر اور نہیں دیتے بلکہ کافر یا نظری کہنے کو وجہ کفر قرار دیتے ہیں۔ مگر بغرض حال ہم یہ بھی یہی کہ لیں کہ انکار دعویٰ ایسے وجہ کفر ہے تو ان لوگوں نے جہنوں نے نام بھی نہیں سننا، انکار دعویٰ کب کیا۔ افسوس کوئی شخص تباہی نہیں کرتا کہ جو عقیدہ میاں صاحب نے بتایا ہے جب اس کا ایک حصہ حضرت مسیح موعود کی صريح تحریر کے جھی کھلا کھلا خلاف ہے اور اس میں کسی ادیل کی بھی کنجائش نہیں اور نہ آخوند کوئی تا ادیل کیا گئی ہے تو باقی کو اسی پر قیاس کر لیں۔

اور پھر دوسری تحریر یوں مذکور ہے:-

”ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اپنے رسالہ المسع الدجال وغیرہ میں میرے پریزادا ممتاز ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پرماں نہیں لائے گا۔ گودہ میرے نام سے بھی سمجھ رہا کہ اور گودہ لیسے ملک میں ہو گا جہاں تک میرے دعوت نہیں رہیجی، تب بھی وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دوزخ میں پڑے کا۔ یہ ڈاکٹر فضل کور کا سراسرا فراہم ہے میں نے کسی کتاب یا کسی شیمار میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ وہ الی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔ یاد رہے کہ اس نے مخفی جلال کے سے میسا کہ اس کی عاد ہے یا فراہم ہے پر کیا ہے۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بیدارست کوئی عقل اس کو تبلوں نہیں کر سکتی جو شخص بالکل نام سے بھی بے خبر ہے اس پر مواخذہ کیونکہ ہر سکتا ہے؟ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں سیع موعود ہوں اور خدا نے عام طور پر آسمان سے میرے لئے نشان ظاہر کئے ہیں اس پر جو شخص پر میرے سیع موعود ہے نے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اعتمام جنت ہو چکا ہے اور میرے دعوے پر وہ اطلاع پاچکا ہے وہ تابی مواخذہ ہو گا۔ کیونکہ فرستادوں سے دانتہ من پھرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس آنکہ کا داد خواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بیجا گیا ہوں۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو شخص مجھے نہیں ملکھا ہو میرا نہیں بلکہ اس کا انعام رہا ہے جس نے میرے آنے کی پیش کوئی کی کی۔“
(حقیقت الوحی صفحہ ۱۸)

از الفاظ کو ٹھوادر بار بار پڑھو کس زور سے حضرت صاحب اس بات کو اپنے اور افراہ قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے کبھی سمجھ رہا تو ان الفاظ کی تعلق کچھ کہا بھی ہر اور اس سے اس کتاب کا مطالبہ کرتے ہیں جس میں بے خر مسلمانوں پر کافر یا زیر موانعہ ہونا آپ نے لکھا ہے اور پھر اس کو بیدارست عقل کے خلاف قرار دیتے ہیں حقیقت الوحی میں توحیدت صاحب ایسا لکھتے ہیں انکار کر رہے ہیں تو اس سے پہلے اور خود اس کتاب میں توثیقیں کوئی ایسا حوالہ نہیں ہو سکتا اور اس کے بعدک صرف ایک کتاب جتنہ معرفت ہے۔ جس میں یہ سوال ہی نہیں کیا جوتا ویل ان الفاظ کی کی جاتی ہے وہ نہایت بودی ہے حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے کہ۔ تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا؛ اس کے معنی یہ کہ جاتے ہیں کہ حضرت صاحب کے نزدیک وہ کافر تو ہو جاتا ہے مگر دوزخ میں نہیں پڑتا۔ یہ تاویل صریح تحریف سے کہ نہیں۔ حضرت صاحب تزویدوں با تلوں کا انکار کر رہے ہیں۔

یعنی ایک بے خبر مسلمان کے لئے کافر ہونے کا بھی اور دوزخ میں پڑنے کا بھی اور میاں صاحب کے شاگرد یہ معنی کر رہے ہیں کہ یہاں کافر ہونے کا اثر ہے اور دوزخ میں پڑنے کا انکار ایک بچھی بھی اس تاویل پر ہے گامگر تعجب اور افسوس اس بات پر ہے کہ ایک مقولہ سپد جماعت کی جماعت اس تاویل کو تنا بکھر لے بغیر اور دیکھے بغیر قبول کر رہی ہے۔ یہ ان لوگوں کی حالت پر ہونے کا مقام ہے کہ وہ کس تدریختی سے دور پڑے ہوئے ہیں کہ مولیٰ مولیٰ بالتوں پر بھی اپنی عقل دنکر کو کام میں نہیں لانا چاہتے بلکہ جو کچھ ایک بڑے آدمی کے مذہ سے نکل گیا۔ اسی کو اپنا دین و ایمان بنایا اور یہ بھی غور نہ کیا کہ جس کی طرف یہ عقیدہ منسوب ہو رہا ہے اس کی عبارت کوتودیکھیں۔ بعد اگر حضرت صاحب کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہنا کہ ان کے نام سے بے خبر مسلمان کافر تو ہیں مگر دوزخ میں نہیں پڑیں گے تو وہ کافر کہنے اور دوزخ میں پڑنے والوں کو اپنے اوپر کیوں افترا فراہیتے؟ والوں کے اپنی کتابوں میں سمجھنے سے کیروں انکار کرتے۔ والوں کے حوالہ کا مطالعہ کیوں کرتے؟ اور پھر کوئی صاحب نکل خدا کے لئے غور کرے کہ جو عبد الحکیم حال کا آپ پرانا تھا اس کا جواب بھی تو آپ نے خود دیلہ کیونکہ آپ اس کے افترا کا ذکر کر کے بطور جواب پناہ عقیدہ یوں فراہر کرتے ہیں۔ «ماں میں یہ کہتا ہوں کہ جس شخص پر میرے سیح موعود ہونے کے باوجود میں خدا کے نزدیک اعتماد محبت ہو چکا ہے اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پاچکا ہے وہ قابلِ مواخذہ ہو گا کیونکہ خدا کشہرِ دن سے دانتہ نہ پھرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو» حالانکہ اگر وہ تاویل درست ہے جو میاں صاحب کے شاگرد کرتے ہیں تو عبد الحکیم کے افترا کا جواب یوں ہے چا۔ «ماں میں یہ کہتا ہوں کہ جو میرے نام سے بیخیز ہیں وہ کافر تو ہیں مگر وہ دوزخ میں نہیں پڑیں گے۔» اے صاحبان بصیرت خدارا ان ان مولیٰ مولیٰ بالتوں پر غور کردار بغیر کسی کمزور دستے کمزور دلیل کے ساتھیں ہونے کے حضرت سیح موعود کی طرف ایسے غلط عقاید منسوب نہ کرو جن کا نتیجہ اسلام میں وہ خطرناک تفہیق ہے جو مسلمانوں کو مکٹرے مکٹرے کر کے ان کی بھی بھی طاقت کو بھی ناٹھی کر دے۔ خدا راغور کر دکر اگر یہ عقیدہ میاں اللہ کا درست ہے، کہ بنی آتے رہیں گے اور بنی اسرائیل بنی آئین گے جیسا کہ انہوں نے بالصرارت الوازنات میں لکھ دیا ہے تو یہ نہ اسی کروہ ایک درست کو کافر کہنے والے ہوں گے یا نہیں اور اسلامی

اسلامی وحدت کہاں ہو گئی۔ یہ بھی مان لو کروہ سارے بنی احمدی جماعت میں ہی ہوں گے تو پھر
احمدی جماعت کے کتنے تکڑے ہوں گے آنکھ دشدا منتوں سے تم اتنے ناداقف نہیں ہو کوکس
طرح بنی کے آنے پر ایک گروہ اس کے ساتھ اور ایک خلاف ہوتا ہے۔ وہ خدا جو محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے القہر کل دینا کی قوموں کو ایک کرنے کا ارادہ ظاہر کر رکھتا ہے کیا اب وہ مسلمانوں کو اس
طرح تکڑے تکڑے کرنے کا کر ایک دوسرے کو کافر کہہ سے ہوں اور آپس میں کوئی تعلقات اخوتِ اسلامی
کے نہ رہ گئے ہوں۔ یاد رکھو کہ اگر اسلام کو کل ایمان پر غائب کرنے کا وہدہ سچا ہے تو یہ مصیبت کا دن
اسلام پر کمھی نہیں آ سکتا کہ ہزاروں ٹولیاں بنی اپنی علیحدگی میں عالم ہے پھر تے ہوں اور ہزاروں ڈیڑھ
اینٹ کی مسجدیں ہوں جن کے پیچاری اپنی اپنی جگلایاں اور سجات کے ٹھیکدار بنے ہوئے ہوں اور
دوسرے تمام مسلمانوں کو کافر بے یا ان قرار دے ہے ہوں۔

گوئی صحیح اس جگہ اس بحث کی ضرورت نہیں کہ ظاہر شریعت کا فتویٰ کیوں آنحضرت مسلم ہے تب خبر
لوگوں پر کفر کا ہے مگر شابناہ دینا ضروری ہے کہ شریعت اسلامی کی اصطلاح میں اسلام اور کفر میں عدالت
آنحضرت صلم میرزا بن سے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی بنی کے ماتحت لاکر قریبیت
کے امتیازوں اور نسبی تغزیتوں کے مٹانے کا ارادہ کیا تو جو لوگ اس جہندے کے پیچے آگئے دھمک لائے
اور جو ابھی اس جہندے کے پیچے نہیں آئے وہ کافر کہلاتے۔ خواہ ان کو محمد رسول اللہ علی
اللہ علیہ وسلم کے نام کی اطلاع پہنچی ہے یا نہیں پہنچی۔ یہ وہ امر ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے
اوہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی کو قبول کیا ہے۔ خاتم الشین کے ظاہر کے ساتھ یہ امر وابستہ تھا
اور ایسا ہی ہوا۔ اب کسی اور شخص کو یہ مرتبا دینا کہ جو لوگ اس کے جہندے تے نے آجایں مسلم اور جو
نہ آئیں وہ کافر عمل آنحضرت صلم کو اس مقام سے جواب دینا ہے گوئی مخالفوں سے چند سوالوں
لوگوں کو یہ لیتیں بھی والا دیا جائے کہ ایسا نہیں۔ جب تک خاتم النبیین کو اپنے مقام سے
جواب دے کر وہ سر کو اس مقام پر کھڑا رکیا جائیگا اس وقت تک اسلام و کفر کی وہ حدفاصل حشریت
اسلامی نے قرار دی ہے بدل نہیں سکتی۔ اور جس دن وہ بدل اس کے ساتھ ہی دین تبدیل ہو گیا
کیونکہ دین اسلام کی جو بنیاد ہے جب وہ باقی نہ رہی تو پھر وہ دین کہاں باقی رہا۔ غوب سوچ لو کا اسلام
اور کفر کی حدفاصل شریعت نجیب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے جس نے ان بیادہ مسلم جنم نے

ابھی نہیں مانایا جو اس جھنڈے کے نیچے نہیں آیا وہ کافر۔ اب اگر تم حضرت مزا غلام احمد کو اس مقام پر
کھڑا کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ جو شخص مزا غلام احمد پر ایمان لایا ہے اس کے تھنڈے کے نیچے آیا وہ مسلم جو ابھی
نہیں آیا وہ کافر۔ تو تم نے محمد رسول اللہ علیم کے جھنڈے کو گرا دیا آپ کے دائرہ نبوت کو نہیں کر دیا اور ان کی
جگہ پر رضا صاحب کو کھڑا کر دیا اور اس سے بڑھ کر اسلام کے ساتھ اور کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی۔ پھر
نبیوں کی اکثریت دو تلوہ بھی شیخ یہی ہو گا کیونکہ دنیا ہی قانون یہی تھا کہ جب بیانی آنٹا تو تھنڈے بنی کا
دائرہ نبوت شتم ہو جاتا تھا۔ علاوه ازیں وہ قومی اینیا سمجھتے اور جس طرح ان کی نبوتوں کا دائرہ قائم تک
محمد و دہوتنا تھا اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے بھی محمد و دہوتنا تھا یعنی پسلے بنی کے دائرہ نبوت کے ختم
ہو لے پر دوسرے کی نبوت شروع ہوئی تھی۔ وہ سب نبویں مخصوص القوم اور مخصوص الزمان تھیں۔ بنی کسری
صلعم کی نبوت مخصوص القوم ہے مخصوص الزمان۔ اسے اس تاریخ کے ماختت لانا اس کو بھی مخصوص نہیں
نبوت فرار دینا ہے گویا اس نبوت کا دائیرہ بھی اپنیا سے بنی اسرائیل کی نبوتوں کی طرح ایک زمانہ پر محدود
قرار دیا گیا۔ بالفاظ دیگر محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت زمانہ کے لحاظ سے محمد و دہوتی تو انی رسول اللہ
الیکم جمیعاً۔ العالمین نذیراً۔ کافتاً لاناس۔ اور اس قسم کی سینکڑوں ایات بھی موجود ہی
کرنی پڑیں گی۔ غرض اسلام اور کفر کی حد ناصل مزا صاحب پر ایمان کو فرار دینا صفات طور پر محمد رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے مقام سے جواب دینا ہے یہی درج ہے کہ حضرت مزا صاحب کے کبھی
وہم دگران میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ ان کے نام سے بے خبر مسلمان ہیکا کافر ہیں

اس کے بعد اب میں اس سوال کے عملی پہلو پر غور کرتا ہوں۔ بعض اوقات الفاظ میں اشتباہ ہو جاتا
ہے گوئی اس لفظی اشتباہ کو صاف کروتیا ہے عملی رنگ میں اسلام علیکم۔ نماز جنازہ اور تعلقات نکاح
بڑا جاری ثبوت اس بات کا ہیں کہ ایک شخص کو ہم مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں۔ غیر مسلموں کو ہم اسلام علیکم نہیں
کہتے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ ان کو اپنی لڑکیاں بیاہ کر نہیں دیتے۔ سوال یہ ہے کہ آیا
حضرت صاحب کا اور حضرت صاحب کی زندگی میں آپ کی جماعت کا کیا عمل درآمدان معاشر
میں تھا یا ایسے سوالات نہیں جن کا جواب دینے کی محضے ضرورت ہو۔ ایک احمدی اپنے نفس سے رسول
کرے کہ کیا وہ ہمیشہ دوسرے مسلمانوں سے سلام علیکم کرتا رہا ہے یا نہیں۔ میں ایک بھائی صورتی کو نہیں جانتا
جس نے ایسا نہ کیا ہوا۔ میاں بعض جو شیئے یہ غدر رنگ کیا کرتے ہیں کہ ہم دوسرے مسلمانوں کو صرف کہا

طور پر اسلام علیکم کہتے ہیں۔ یہ آج میاں صاحب کے زمان کی اصطلاح ہے سوال یہ ہے کہ جب حضرت صاحب ایسا کرتے تھے جب حضرت صاحب کے زمان میں احمدی لوگ ایسا کرتے تو کیا اس وقت ان کا یہ خیال تھا کہ یہ ہم رسمی طور پر ایسا کر رہے ہیں نہ کہ ان لوگوں کو وحی مجع مسلمان سمجھ کر اور جانتے ہو کر رسمی طور پر ایسا کرنے کے لیے ماضی میں اسلام علیکم ایک دعا ہے جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو سلامتی کی یہ دعا دیتے ہیں رسمی طور پر اسلام علیکم کرنے کے لیے معنی ہوتے ہے کہ جب ہم کسی دوسرے مسلمان سے ملنے سے تو سلامتی کی دعا اسے دین گردد اس میں اس کے خلاف ہوں اصطلاح مذہبی میں اس کا نام منافقت ہے کہ زبان سے کچھ کہا جائے اور دل میں کچھ اور سکھا جائے مگر مسلمانوں کو کافر شناخت کا شوق بھی کس حد تک گر گیا ہے کہ اس کی خاطر آپ بھائیوں نے گرمشت خاک ماہم برپا رفتہ باشہ دوسرے مسلمان کا ذرا صدری منافق۔ یہ اسلام ہے یہ مسلمان ہے۔ اسے غفلت نہ! غور کرو کہ جس شعار اسلام کو اس وجہ سے کہاں کا اظہار ہو وقت ہوتا رہتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ اسلام کا نشان قرار ہے۔ ولا تقولوا لمن الفقی ایکم السلام است مومنا۔ اس کو تم آج رسمی اسلام علیکم کہہ کر قرآن کریم کی کھلی خالفت کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھی منافق بناتے ہو۔

اس بارہ میں سب سے عجیب جناب میاں صاحب کا فتویٰ ہے۔ ۱۹۱۴ء میں ایڈیشن ایڈ میں نھا میاں صاحب کے ایک مرید سے اسی مسلمانوں کے اسلام علیکم کہنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے تادیاں میں میاں صاحب کو خط لکھا کہ آیا دوسرے مسلمانوں کو اسلام علیکم کہنا جائز ہے یا نہیں اس کا جواب تادیاں سے بالفاظ ذیل آیا۔ یہ خط منشی العروۃ صاحب کفر ک مطابی دو کس سروں ایڈٹ آباد کی طرف سے نھا اداہنی کے نام پر جواب آیا تھا:-

” مکرم! اسلام علیکم فرمودہ بکات آپ کا خطا یا۔ حضرت سے صاحب نے فرمایا کہ جو غیر احمدی

حضرت سے صاحب کا کفر نہ ہو اس کو سلام کہنا جائز ہے۔ والسلام۔ از قادیاں، ہر ستمبر ۱۹۱۵ء (انقلاب ۱۳۳۴)

یہ خط میرے پاس ہے اور اس سے عجیب لکھنات ملات ہوتا ہے ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ دوسرے مسلمان ہمارے نزدیک کافر اور ہم ان کے نزدیک کافر بلکہ ان کا فرض ہے کہ وہ ہمیں مسلمان نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ تم انہیں مسلمان نہیں۔ اب خود ہی مکفر اور غیر مکفر کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ مکفر کو اسلام کہنا جائز نہیں غیر مکفر کو جائز ہے تو معلوم ہوا کہ مکفر کو کافر قرار دیا۔ یہاں رسمی اسلام کی تادیل بھی کام نہیں دیتی۔

کیونکہ جب رحمی ہے تو یہ مکفر اور غیر مکفر میں کیا فرق ہے۔ اداگر یہ کہو کہ مکفر کا فریاد ہے تو سوال برسمے درج ہے کہ انہیں میاں صاحب نے نزدیک دلوار دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ایک کو اسلام علیکم کہنا بکبری جائز ہے دوسرے کو کیوں نہیں۔ علاوه ازیں میاں صاحب کے اصول کی وجہ سے یہ درست نہیں کہ مکفر بڑا کافر ہے۔ اس لئے کہ جب ہر سماں کا فرض ہوا کہ وہ احمدیوں کو کافر سمجھتے تو جس نے کفر کا فتویٰ لٹکایا۔ اس نے ”غیر احمدی“ ہونے کی حیثیت میں اپنا فرض ادا کیا۔ اس نے کیا برا کام کیا بلکہ غیر مکفر بڑا ہے کیونکہ ہر دوہو شخص جو سلسلہ میں داخل نہیں ہے جب حضرت مرزا صاحب کو منتری اور کافر سمجھتا ہے تو غیر مکفر صرف منافقت اختیار کرتا ہے۔ دیکھئے خود میاں صاحب تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے اور کہتے ہیں۔ مگر یہی ہے وہ اس فعل کو بر انہیں سمجھتے بلکہ جو مسلمانوں کو کافر کہے اس کو وہ بر لکھتے ہیں کہ اس میں اس قدر جرأت نہیں کہ وہ دوروں کو کافر کہے۔ پس جب احمدیوں میں مکفر سے غیر مکفر بڑا ہے تو دوسرے مسلمانوں میں بھی مکفر سے غیر مکفر ہے اہوا۔ پھر اس کے کیا معنی کہ مکفر کو اسلام علیکم کہنا جائز نہیں اور غیر مکفر کو جائز ہے۔

دوسرے عملی نشان اخوت اسلامی کا ناز جنازہ میں شرکت ہے جو ایک فرض کفایہ ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود اور میاں صاحب کے نزدیک میں ایک ایسا کھلا احتلاف ہے کہ ایک امامی سے امامی موتی سے موٹی سمجھ کا آدمی بھی اس کو دیکھ سکتا ہے حضرت مسیح موعود کا صریح فتویٰ ۱۹۰۲ء اپریل ۱۹۰۲ء کا در میاں صاحب کی مروعہ تاریخ تبدیلی غقیدہ کے بعد کا) بالفاظ ذیل موجود ہے۔

”سوال ہوا کہ جاؤ امی امن سلسلے میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں حضرتے اقدوس مسیح موعود نے فرمایا اگر اس سلسلہ کا مختلف تقاضا اور ہمیں بلکہ تھا اور بڑا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تقاضا اور در میانی حالت میں تقاضا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔ در نہ کوئی ضرورت نہیں ملتی اگر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے تو کوئی خرج نہیں کیونکہ علام الغنویؒ خدا کی ہی ذات ہے۔“

اپنی زندگی کے آخری ایام میں پھر اسی فتویٰ کا اعادہ فرمایا۔ ۱۹۰۲ء کو منیر نجم صادق صاحب نے حضرت صاحب کے ارشاد سے میاں غلام قادر ساکن جیونگ محلہ ضلع کجرات کو ذیل کا خط لاکھ میاں غلام قادر

نے حضرت صاحب سے چند سوال کر کے یہ لکھا تھا کہ حضور اپنے علم سے ان کا جواب لکھیں اس کی طرف خط کے آخر نظر میں اشارہ ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب جواب حضرت صاحب نے ہی فرمائے تھے۔

میاں غلام قادر صاحب السلام علیکم! (۱) حضرت آپ کے واسطے دعا کرتے ہیں۔

(۲۳) بغیر از انہی کوئی نظر نہیں لگ سکتی (۱۷) و ممکن جا چاہرے ہے (۱۸) جو مخالف برانڈ بولتا ہو اس کا جانانہ جائز ہے مگر اماں بھر جال احمدی ہو خواہ وہ چاہیں تو انگ پڑھ لیں (۱۹) بے نمانہ کا جانانہ جائز ہے مگر بیدبوليے والا اور کفر کے کلمات برسنے والانہ سہ (۲۰) میت کے بعد بدیعناطریتی سنت نہیں، بدعاست ہے۔ اور حضرت کوئتنی فرضت نہیں کہ ہر خط کا جواب خود کھیں درس کو فرمادیتے ہیں کہ یہ بات لکھو۔
 (دستخط محمد صادق)

اس کے بعد بھی ۱۹۰۸ء میں جب موضع بھٹیا ضلع امرتسر کے احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں ایک معاہدہ باہم تواجیں میں احمدیوں کی طرف سے بالصرحت یہ فتوحہ بھی تھی۔ ” ہاں معمولی رنگ میں ہنسنے والے بے شر غیر احمدی رشتہدار کا جنازہ پڑھ لیں گے ۔ تو اس پر حضرت صاحب نے ذیل کے الفاظ ایئے تلمیز سے لکھے ۔

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته - جو کچھ لکھا بہت خوب اور مبارک ہے: (اخبار برداشت مذکور میں سے) ۴۹۰

پیار نندم تاریخه . السید علی
ا - حضرت اکیو در طے وفاکتہ سلسلہ
- بغیر از ن ایم کوئی نظر نہ سنگ سکھی
- دم کرنا جائیز ہے ۔
سر امام بہرال الحدی ہو ۔ خواہ
وہ چاہیں تو انکے پڑھ لینی ۔
ہ - بد نما زندہ جانہ جائی ہو ۔ میرزا
والد اور فادر کھاتا ہے جائی ہو ۔
- صیحت کا شعبہ پیشہ طریقہ سنت نہیں
بیرون ابستہ ہے ۔ محمد بن علی الموصو

ADIAN
12 MAY 01
PM



بخاری علام قادر حا۔ - جسرو نجل

کو آئی انگلی مکھٹہ موکی

صلح گزرے

یہ تینوں شہادتوں کے بعد کہ ہیں اور ان کے علاوہ اس سے پہلے کام کا ایک خط لوضر در ہی موجود تھا جو میان صاحب کو دیا یا بھی گیا گرا ہوں نے اس کی اشاعت کو رکھنے میں ہی مصلحت سمجھی اس خط میں بھی دوسرے مسلمانوں کے جنازے کی سریع اجازت تھی اور انہی متواری نتوں کا ہی یہ تجوہ تھا کہ احمدی جماعت ہر گز دوسرے مسلمانوں کے جنازے پر حصی تھی۔ ایک بھی بڑی جماعت نہیں جہاں ایسے جنازے حضرت مسیح موعود اور حضرت مولوی صاحب مرحوم کی زندگی میں نہ پڑھے گئے ہوں خود قادیان میں حضرت مسیح موعود کا ایسے جنائز پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ میر عابد علی شاد صاحب بدھی اور سزا خدا جنت صاحب مصطفی عسل مصطفی کی شہادتوں سے کئی دفعہ ثبوت دیا جا چکا ہے جہاں بالتصویر حضرت صاحب کو یہ علم دیا گیا کہ یہ احمدی نہیں اور پھر بھی آپ نے جنازے پر حصی مذکورہ بالافردوں کے ہوتے تو نئے ایسا علم دیتے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ پھر قادیان میں ان مسلمانوں کے جنازے جو احمدی نہ تھے اور باہر سے حضرت مولوی صاحب کے علاج کے لئے آتے تھے مولوی صاحب کے ہکم سے مولوی غلام محمد امیری پڑھاتے تھے پھر حضرت مولوی صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے صرف چار پانچ ماہ پتیر اپنی حصی کا جنازہ جو احمدی نہ تھی پڑھا اور آپ کے پیچے خود میان صاحب نے بھی پڑھا۔ لامہر، سیاکوٹ، شملہ وغیرہ کی جماعتوں سے حلقوی شہادت لوکہ آیا دہل احمدی دوسرے مسلمانوں کے جنازے انتلاف کے وقت تک پڑھتے رہے ہیں باہیں۔

مگر حضرت صاحب کے ان تکلیف کے نتیجے اور ساری جماعت کے عمل کے خلاف میان صاحب نے تمام دوسرے مسلمانوں کے جنازوں کو ناجائز قرار دیا اور اس میان تک تشدد

کیا کہ بچوں تک کے جنازہ کو بھی ناجائز قرار دیا۔ انوار حلافت صفحہ ۹۳ پر ہے :-

"ابے ایک سوال اورہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے لیکن اگر غیر احمدی کا بچہ باچھ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح موعود کا کفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو فھرمنہ ووڈل اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا بلکہ لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو نہیں ہب مان باپ کا ہوتا ہے وہی مانہب ان کے بچے کا بھی شریعت فزار دیتی ہے پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔ پھر نہیں کہتا ہوں بچ تو گھنگار نہیں ہوتا اس کو جنازہ کی نظرت بھی کیا ہے۔ بچ کا جنازہ تودعا ہوتی ہے اس کے پسندگان کے لئے اور اس کے وہ پسندگان جو اسے نہیں بلکہ غیر احمدی ہرتے ہیں اس لئے بچ کا جنازہ بھی نہیں پڑھن پا ہیے۔ باقی دنیا ایسا شخص جو حضرت صاحب کو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کیا یا الحمد للہ کے متعلق غور کر رہا ہے اور اسی حالت میں مر گیا ہے۔ اس کو منکن ہے کہ خدا تعالیٰ کو اُسرازہ سے لیکن شریعت کا نتویٰ ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے اس لئے یہیں اس کے متعلق بھی کہنا چل ہے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔

اور الفضل موئر ضمیمی سلسلہ میں ان لوگوں کے متعلق جن کو حضرت صاحب کے نام

لئے تعجب ہے وہ درہ کرمیاں صاحب مفتر کذا کہ بھی کہیتے ہیں حالانکہ تکفیل توان کے زدیک کوئی حقیقت نہیں بظاہر اس سے ایسا عدم ہوتا ہے کہ بیان صاحب کے زدیک صرف مفترین کا جنازہ ناجائز ہے مگر فی الحقیقت ایسی نہیں کیونکہ وہ بچوں درجیوں تک جنازہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں اس کا حواب ثبیدہ ریا جائے کہ ہر ایک شخص جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا وہ آپکا مفتر ہے تو ابھی صورت میں اسلام علیکم کے متعلق جواب یہی میاں صاحب نے قید رکھتی ہے کہ مفتر کو اسلام علیکم کہا واد جو مغزہ ہوا اس کو کہہ دو وہ کس طرح درست ہریں کیونکہ اس تاویل کی زدے نسبت کے سب مفترین سطر مظہر ہیں صاحب سور کرنے ہیں اس سے کہ سوچ سمجھے ایک مذہب بنالیا ہے۔

گویا مسلمانوں پر وہ حکم ہے جو مندوں اور عیسائیوں پر ہے۔

کی اطلاع نہیں اور جہاں تسلیع کوئی نہیں پنچی۔ بالفاظ ذیل میاں صاحب کا فتویٰ شائع ہوا ہے۔

”اگر ہے کہا جائے کہ کسی حییج جگہ جہاں تسلیع نہیں پنچی کوئی مارہوسا دراس کے مرکٹ کے بعد مارکوں احمدی پنچے تو وہ جنازہ کے متعلق کیا کرے؟ اس کے متعلق یہ ہے کہ تم توظا ہر یہی نظر کھتے ہیں جو نکد وہ ایسی حالت میں رہا ہے کہ خدا کے بنی اور رسول کی سچان اسے نصیب نہیں ہوئی امر لئے ہم اس کا جنازہ نہیں پیشیں گے۔ اگر وہ شخص خدا تعالیٰ کے نزدیکی خوشی کا مستحق ہے تو میاں جنازہ پڑھنے کے بغیر ہم خدا اُسے خوش دیکا اور اگر وہ جنازہ کے لائق نہیں تو ہمارے جنازہ پڑھنے سے بھی نہیں بخشا جائے گا۔“

اب جوالجات سے ظاہر ہے کہ میاں صاحب کے نزدیک کسی ایسے مسلمان کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ جو سلسلہ احمدی میں داخل نہیں ہو چکا خواہ وہ نابالغ ہو اور خواہ حضرت مسیح موعودؑ کے نام سے بھی بخیر ہو اور خواہ اس ملکیں تسلیع نہیں پنچی ہو اور حضرت صاحب کے ارشادات اس کے خلاف آڑتک پائے جاتے ہیں ایسا تک پکے ہاندھ لا کھا ہر اخط ہے۔ ایک عالمہ ایسا لکھا ہے ایک مفتی محمد صادق کے ہاتھ سے لکھا یا ہو اخط ہے اور ایک کاغذ پر آپ کے سقط اسی مرکے جہاڑ پر ہیں۔ ان چار باتوں پر ایک طرف رکھو اور پھر میاں صاحب نے جو غلطی کی ہے کہ میاں احمدیوں کے باقی تمام مسلمانوں کے جنازہ کو ناجائز قرار دیا ہے یہاں تک کہ ایک جگہ ان کو مہدوں اور عیسیا یوں کے ساتھ ملا یا ہے اس پر غور کرو۔ حضرت صاحب کے چار لاگ الگ ارشاد اور سب صریح اور کھے۔ اور میاں صاحب کا انکار یہ تبارہ ہے کہ میاں صاحب حضرت صاحب کے مذہب نے کس قدر دور نکل گئے ہیں۔ خود میاں صاحب ان امور پر کوئی روشنی نہیں ڈالتے یعنی ۱۹۱۵ء کی تقریر میں کہ تم غور کا نتیجہ تو کچھ بھی نہ لکھا، میں ہر یہیں سمجھیں سمجھیں تاویلات کرتے رہتے ہیں، مشتمل حضرت صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ جو خاموش اور دمیافی حالت میں ہے اسکا جنازہ پڑھلو۔ تو اب اس کا انکار یوں کیا جانا ہے کہ خاموش اور

۳۔ گویا آنحضرت سلمان کی نبوت اور اسالت اب کوئی وقعت ہی نہیں رکھتی۔

۴۔ یہی دلیل اپنی الفاظ میں احمدیوں پر بھی صادق آتی ہے بلکہ اس کی رو سے تو میاں صاحب نے جنازہ کو ہی ایک لغو فعل قرار دیا ہے۔ صرف جنازہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک دعا کو بھی۔ کیا احمدی اگر خدا تعالیٰ کے نزدیکی خوشی کا مستحق ہے تو خدا تعالیٰ سے ہمارے جنازہ پڑھنے کے بغیر نہیں خوش دے گا۔ اور اگر لائق خوشی نہیں تو ہمارا جنازہ اسے خوش دے گا؛ یا احمدیوں کے لئے کفار کا مسئلہ درست ہرگز ہے۔

در میانی حالت میں کوئی نہیں ہے ہی نہیں۔ تمام سماں مکفر اور مکذب ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ حضرت صاحب بے معنی فتوحی دیا کرتے تھے۔ ایک شخص حضرت صاحب سے سوال کرتا ہے کہ آیا ہم وہ سرے مسلمانوں کا جنازہ پڑھا کریں یا نہیں۔ اس کا جواب فیتے ہیں کہ مکفر مکذب کا جنازہ نہ پڑھو۔ جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں ان کا جنازہ پڑھ لوا۔ اب یہاں دو قسمیں تو حضرت صاحب خود فرماتے ہیں۔ اور اگر خاموش اور درمیانی حالت والے کو فتنہ نہ تھے تو گویا آپ نے خود دعو کا دیا کہ مطلب تو یہ فنا کہ کسی کا جنازہ نہ پڑھو، کہہ دیا کہ خاموش اور درمیانی حالت والوں کا پڑھ لوا اور مکفر اور مکذب کا نہ پڑھو۔ کیا یہ تاویلات ہیں جن پر فخر کیا جا رہا ہے۔ خدا اس جماعت پر رحم کرے جو اپنے پیشوں کے صریح الفاظ کے ساتھ یوں پہنچ کر کے اسے دکھ دے رہے ہیں۔ میں نے یہ تاویل میاں صاحب کے قریباً ہر مردی کے منہ سے سنی ہے۔ جس کو میں نے حضرت مسیح موعود کے صریح حکم کی مخالفت کی طرف توجہ دلائی ہے اور تماشہ یہ ہے کہ حضرت صاحب کی تحریروں سے یہ تجویز نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خاموش اور درمیانی حالت میں کوئی نہیں ہے۔ اگر حضرت صاحب کے نزدیک واقعی کوئی خاموش اور درمیانی حالت میں نہ تھا تو یہ تقیم انہوں نے خود کیہیں کی۔ سوال کرنے والے نے تو کوئی تقیم کر کے سامنے نہ رکھی تھی۔ اس کا سوال تو عام تھا۔ خاموش اور درمیانی حالت والوں کی خصوصیت تو خود حضرت صاحب کرتے ہیں۔ اب دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس وقت بھی حضرت صاحب جانتے تھے کہ کوئی شخص خاموش اور درمیانی حالت میں نہیں یعنی سب مکفر و مکذب ہیں تو یہ صریح دھوکا دیا گوئے باللسدن ذلک اور یا اس وقت تک جو ۱۹۰۱ء کے بعد کا واقعہ ہے اور میاں صاحب کے نزدیک نبوت کا مستدل آپ پر کھل چکا ہے ابھی تک یہ سمجھنا آئی تھی کہ میرے دعوے نبوت کے انکار سے تو تمام کے تمام کافر ہیں۔ پھر اس دوسری میشکل یہ کہ یہ فتوحی قریباً اہنی الفاظ میں یعنی ایک گروہ کے جنازے پڑھو۔ آخر عمر تک چلتا ہے بلکہ مکفر مکذب کی بھی الیسی شرط نہیں جیسے برابر نہ والے کی شرط ہے یعنی صرف ان لوگوں کے جنازوں سے روکا ہے جو آپ کو گالیاں دیتے ہیں کہیں ہے کہ اگر ”بھیں بُرا کہتا ہے اور برا سمجھتا تھا“ تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ کہیں پڑھے۔ جو مخالف برائے بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے۔ کہیں ہے۔ ”معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر

بُنْزِرِ محمدی رشته دار کا جنازہ پڑھ لیں گے۔“ تو یہاں شرط صرف یہ ہے کہ اعلانیہ ایک شخص منہ سے بُرداز کرتا ہو۔ معلوم نہیں ان الفاظ کی کون سی تاویل میاں صاحب کے ذمہ بن مردیکریں گے جس سے یہ مثبت ہو جائے گا کہ تمام مسلمان مرزا صاحب کو برآ کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں خواہ وہ دل سے سچا ہی جانتے ہوں اور منہ سے سچائی کا اقرار بھی کرتے ہوں۔ میاں صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ حضرت صاحب کے ان الفاظ کی کیا کوئی عزت اپنوں نے کی؟ کیا وہ معصوم بچپن جس کا جنازہ اپنوں نے ناجائز مظہر بابوہ بھی حضرت صاحب کو برآ کہتا تھا؟ کیا وہ بے خبر مسلمان جس کے ملک میں بھی حضرت صاحب کی تسلیع نہیں ہنچی وہ بھی حضرت صاحب کو برآ کئے والا تھا؟ اگر نہیں تو کیا مسیح موعود کو منہ سے مان کر اور دوسروں کو یہ کہتے ہوئے کہ حضرت صاحب حکم دعدل میں بخوبی ملک اختیار کرنا غُداؤ آپ کے احکام سے اخراج نہیں؟۔

ایک سو اور تاویل یوں کی جاتی ہے کہ حضرت صاحب نے یہ صرف ان لوگوں کے ساتھ بطور احسان فرمایا ہے کوئی ہم پر فرض نہیں۔ میں کہتا ہوں کیا بطور احسان ہندوؤں اور عیسائیوں کا جنازہ بھی حضرت صاحب نے جائز قرار دیا؟ سوال تو یہ جواز عدم جواز کا ہے۔ حضرت صاحب کے نزدیک جائز ہے میاں صاحب کے نزدیک ناجائز۔ ظاہر ہے کہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اپنی لوگوں کا جنازہ عموماً پڑھا جاتا ہے جن کے ہمارے ساتھ تعلقات ہوں۔ ہر ایک مسلمان میت کا خواہ وہ ہمارے علم میں بھی ہو، جنازہ پڑھنا فرض نہیں بتتا۔ جب بعض مسلمان ایک مسلمان میت کا جنازہ پڑھ دیتے ہیں تو فرض ادا ہو گیا۔ اب غائبانہ طور پر جنازہ پڑھنا یا بعض اور لوگوں کا پھر پڑھنا یہ بطور احسان ہو گیا۔ کیونکہ فرض اتر جکا ہے۔ اصل بات صرف اسی قدر ہے جو حضرت صاحب نے فرمائی ہے کہ جن لوگوں کے تعلقات ہمارے ساتھ دیسے نہیں کہ ان کی میت ہمارے قبضہ میں ہو اور ان کا جنازہ دوسرے مسلمان پڑھ کچکے ہیں تو بطور احسان یعنی ان کے ساتھ مزید شکی کرنے کے لئے کہ ان کے حق میں ہم دعا کرتے ہیں ہم ان کا جنازہ بھی پڑھ دیتے ہیں۔ فرض کے بعد جو چیز ہے وہ چونکہ اپنے اختیار سے کی جاتی ہے اس لئے اس کا نام احسان رکھ دینے سے اس کے جواز میں کچھ

فرق نہ پڑا۔ ان باتوں سے سوائے نادا قف لوگوں کی توجہ اصل سوال سے پھر دینے کے اور کچھ عاصل نہیں ہوتا اور میں سمجھتا کہ یہ کہاں تک طریق تقویٰ ہے کہ اس طرح لوگوں کو مفاظت میں ڈال کر صحیح رائے قائم کرنے کے قابل نہ چھوڑا جائے۔

خود غور کرو کہ ایک وہ زمانہ ہے جب ہر شہریں ہر جماعت میں دوسرے مسلمانوں کے جنازے سے ہم پڑھتے ہیں کوئی کوئی ہم سے کچھ لیے زیادہ نہ ہوں مگر آج یہ حالت ہے کہ اس بات پر فخر کیا جاتا ہے کہ فلاں احمدی نوجوان نے اپنی بی بی کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اور فلاں نے اپنے باپ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اور کسی کو بطور غونہ میش کیا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی ماں کا جنازہ نہ پڑھا۔ اور جب دوسرے مسلمانوں نے یہی علقافت کی کشیدہ گل کی تو یہ سے جنابہ نہ پڑھتا تو اسے بغیر جنازہ پڑھنے کے ہی وفن کر دبا۔ اور یہ خیر یہ اخبار میں شائع ہوتا ہے۔ کہ یہ وہ نمونہ ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر ہے۔ نعوذ باللہ من داک کہاں یہ گند اور کہاں وہ پاکیزگی۔ شاید کل کو اس بات پر بھی فخر ہو گا کہ فلاں نوجوان نے اپنی ماں کو وفن کرنے کی بجائے جلا دیا۔ بھلا جن کا جنازہ پڑھنا ہی درست نہیں ان کو اسلامی طرز پر وفن کرنے کے کیا معنی؟ یہ کمی رہ گئی ہے جو امید ہے جو شہید نوجوان اخبار نویسیوں کی بد دلت تصورتے دنوں میں پوری ہو جائے گی۔ یہ خدا کے بندے کے بھی اس بات پر بھی غور نہیں کرتے کہ حضرت صاحب کا زمانہ تو وہ حقاً جب ایک گھر میں مشتعل سے ایک ایک دو، دوا صدی ملتے تھے۔ باپ احمدی ہے تو بیٹا نہیں۔ بیٹا ہے تو باپ نہیں۔ خاوند ہے تو بیوی نہیں۔ بیٹا ہے تو ماں نہیں۔ بھائی ہے تو نہیں نہیں۔ اگر یہ طرز اس وقت بھی احمدیوں کی ہوتی تو اس کے وقت کے جنازوں میں بھی کبھی کسی احمدی کی تعریف ہوتی ہوتی۔ بلکہ کثرت سے ہونی چاہئے تھی کہ آج فلاں احمدی نے اپنے باپ کو بلا جنازہ وفن کیا اور فلاں نے اپنی ماں کو اور فلاں نے اپنے بھائی کو اور فلاں نے اپنی بیوی کو۔ کچھ خدا و اعقل سے کام لوا اور دیکھو کہ یہ گندی میں شالیں تم میں آج کسیوں تاکم ہوئی ہیں اور کسیوں حضرت صاحب کی نہ ملگی میں دوسروں کے جنازے اس کثرت سے ٹھیک ہے جاتے ہیں۔ حالانکہ دوسروں کی مخالفت اس وقت زیادہ تھی۔

خود میاں صاحب اس مسئلہ میں کوئی صفائی کا طریق اختیار نہیں کرتے لکھتے ہیں :-
پھر ایک سوال غیر احمد علیہ السلام کا جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک مشکل یہ
پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس
میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور ایک خطابی ملائی ہے جس پر
غور کرنے والے کی گئی ہے

کیا اس افتادہ کے اندر وہ کھلانگ نظر نہیں آتا جس کے متعلق حدیث میں تبیہ ہے۔ میاں صاحب
نے فتویٰ دے دیا حالانکہ یہ علمیہ تھا کہ حضرت صاحب نے جواز جنازہ پڑھ کیا فرمایا ہے۔ اور
پھر جب ان کے علم میں لا یا گی کہ حضرت صاحب کے ارشادات اس کے خلاف ہیں تو
پھر جب ان پر غور نہ کیا اور اپنے فتوے کو قائم رکھا اور حضرت صاحب کے فرمان کو یہ
کہہ کر ٹال دیا کہ اس پر بعد میں غور کی جائے گی۔ کیا اصل وہ فرمان تھے یا اصل میاں
صاحب کا خیال تھا ہے کیا حکم و عدل کے فرمان کی انتہی ہی قدر میاں صاحب کے دل
میں تھی؟ غور کر دکہ یہ حکم و عدل کہتا کیا ہے؟ کیونکہ جب وقت آیا اور حکم و عدل کا
فرمان سامنے آیا اور اسے اپنے خیال کے خلاف پایا تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اس پر کبھی غور
کر لی جائے گی اور پھر یہ ۱۹۱۵ء میں کہا۔ مگر آج گیارہ سال کے گزر نے کے بعد ان باتوں
پر کیا غور کی اور ان کا کیا حل کیا ہے کیا یہ ثابت کردیا کہ یہ تحریر میں اور ارشادات حضرت مسیح
موعودؑ کے نہیں؟ یا ان کے خلاف ان کو مفسوخ قرار دینے والی کوئی تحریر پیش کی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا عمل اس کے خلاف ہے ۔ انوار خلافت صفحہ ۱۹۔
ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کی محلی تحریر میں اور فتوے پیش کئے جاتے ہیں
ادھر سے بجاۓ اس کے کہ ان کا کوئی مطلب بتایا جائے اور راضح کیا جائے کہ ان
سے عدم جواز جنازہ ثابت ہوتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ حضرت صاحب کا عمل
آپ کے ان فتوویں کے خلاف تھا تو اس کا مطلب سولٹے اس کے کچھ اور ہے کہ
حضرت صاحب کتنے کچھ تھے اور کرتے کچھ تھے، کبر مقتا عن الدّلّه ان تقولوا ما
لاتفعلون۔ پسلے آپ کے فتووں اور تحریروں کی کوئی توجیہ کی جاتی اور ان سے عدم جواز

جنازہ ثابت کیا جاتا تب حق تھا کہ یہ کہا جانا۔ کہ اس نتیجہ کی تائید حضرت صاحب کے عمل سے ہوتی ہے۔ ورنہ صریح تحریریں اور فتوے جو از پر ہوتے ہوئے یہ کہ کہا پچھا پھرنا کہ حضرت صاحب کا عمل اس کے خلاف تھا۔ حضرت صاحب کو ایک غلط ناک الزام کے نیچے لانا ہے۔

اب حضرت صاحب کے اس عمل کو لیجئے جس کو آپ کے فتاویٰ سے کے خلاف پیش کیا جاتا ہے۔ وہ آپ کی ساری زندگی میں صرف ایک واقع ہے اور وہ بھی ہر اس قدر کہ پسند بیٹھے فضل احمد کا جنائزہ حضرت صاحب نے نہیں پڑھا اور اس امر کے گواہ صرف میاں صاحب ہیں جو غالباً اس وقت ابھی سن بلوعہ کوئی پسند نہیں۔ اور وہ گواہی بہ نہیں کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہو کہ اس کے احمدی نہیں کی وجہ سے میں اس کا جنائزہ نہیں پڑھتا۔ بلکہ صرف یہ کہ حضرت صاحب نے اس کی فرمان برداری کی تعریف کی تھی اور جنائزہ نہیں پڑھا تھا۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ حضرت صاحب کے نزدیک ان لوگوں کا جنائزہ پڑھنا جائز نہ تھا جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہوں گو وہ مقصود بھی ہوں۔ اب واقعات کیا ہیں؟ فضل احمد سے حضرت صاحب ایک عرصہ سے ناراض چھے آتے تھے۔ اس کے درجرات جو کچھ بھی ہوں ان کی ہیں کچھ ضرورت نہیں۔ یہاں تک کہ اسے آپ نے عاق بھی کر دیا تھا۔ حضرت صاحب کے جو رشتہ وار آپ کی زندگی میں آپ کے سخت ترین و شمن تھے ان کے ساتھ اس کا تعلق تھا۔ وہ قادریان میں فوت نہیں ہوا بلکہ نظرگری میں فوت ہوا۔ اور جب لاش وفن کرنے کے لئے قادریان لاٹی گئی تو انہی لوگوں کے قبضے میں تھی جن کی دشمنی کی یہ نوبت آپ کے ساتھ پہنچی ہوئی تھی کہ اس سے نقوٹا ہی عرصہ پیشتر حضرت صاحب کی مسجد کے دروازے کے سامنے انہوں نے دیوار کھیچ کر اس رستہ کو بند کر دیا تھا جو مسجد میں جانے کا تھا۔ کیا یہ درجرات اس کے جنائزہ نہ پڑھنے کے داقعہ کی کافی تشریح نہیں کرتیں جو اس کو اس قدر اتوال کے مخالف بنائے کر خود حضرت صاحب کے قول کو عمل کے خلاف دکھایا جائے۔؟

میاں صاحب نے انوار خلافت میں جہاں فضل احمد کے جنائزہ نہ پڑھنے کا دکر ہے۔

اس کے متعلق تعریفی الفاظ حضرت صاحب کی طرف منسوب کئے ہیں میاں صاحب نے جو کچھ دلائل لکھا ہے وہ درست ہوگا۔ اور مرا فضل احمد صاحب کے تلقفات کی حضرت صاحب نے تعریف کی ہو گئی مگر اس میں کیا کچھ دشک ہے کہ مرا فضل احمد صاحب کے تلقفات ان لوگوں سے رہے جنہوں نے حضرت صاحب کی دشمنی پر پورا زور لگایا۔ میاں صاحب کو مناسب تھا کہ ان واقعات کا اظہار کر دیتے اور جہاں تعریف کی عقیقی ویاں حضرت صاحب کے اس اشتہار کو بھی نقل کر دیتے جو اصل وجہ جنازہ نہ پڑھنے کی ہوا تھا۔ یہ اشتہار جو ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء کا ہے، ذیل کے الفاظ پر ختم ہوتا ہے اور اس میں مرا فضل احمد کے نام بھی موجود ہے:-

"او کسی نیکی بدی، رنج دراحت، شادی اور رحمت میں ان سے شرکت نہیں ہے گی۔ کیونکہ انہوں نے آپ سے تعلق توڑ دیتے اور توٹنے پر راضی ہو گئے۔ سواب اس سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیری کے برخلاف اور ایک دیوث کا کام ہے۔ مومن دیرث نہیں ہوتا۔ مجھ پر اشتہار جلد ممکن اور تمہاری تسلیم علی ہوتا۔ کاشش! میاں صاحب غور کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ حضرت صاحب کامراً افضل احمد کا جنازہ نہ پڑھنا ایسا عمل نہیں جو آپ کے اتوال کے خلاف ہے۔ بلکہ جو کچھ کہا وہ کر لکھایا۔ جب ایک دفعہ دنیا میں یہ اعلان کر دیا کہ رنج دراحت، شادی اور رحمت میں ان سے شرکت نہ رہے گی تو پھر بعضہ اسی طرح عمل بھی کیا کیا میاں صاحب چاہتے تھے کہ حضرت صاحب جب یہ اعلان شائع کر دیکھتے کہاب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیری کے برخلاف اور ایک دیوث کا کام ہے تو پھر اس اعلان کا خلاف کر کے نوٹ بالٹا پئے منہ سے یہ فتویٰ اپنے اوپر لیتے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ مختصر ایک بہانہ ہے کہ حضرت صاحب کا عمل آپ کے اتوال صریح کے خلاف تھا۔ آپ کا عمل وہی تھا جو آپ کا قول تھا۔ اور جب طرح آپ نے فتنے دیئے اور ان فتوؤں کی بنیا پر جماعت جگہ بلکہ دوسرے ملائیوں کے جنازے پڑھتی ہی۔ اسی طرح آپ خود بھی قادیانی میں احمدیوں کے ان عزیزیوں اور مشتہداروں کے جنائز پڑھتے رہے جو سلسلہ میں داخل نہ تھے۔ بیان آکر میاں صاحب یہ شرعاً لگاتے ہیں کہ حضرت

کو یہ علم دیا گیا ہو کہ فلاں ہمارا عزیز احمدی نہ تھا تب آپ نے جنازہ پڑھا ہو تو اس کو ہم قبول کریں گے۔ جب حضرت صاحب کا صريح فتویٰ لوگوں کے لائقہ میں شائع شدہ موجود ہو کہ جو لوگ حضرت صاحب کو کافر، کذاب ہیں کہتے۔ ان کا جنازہ جائز ہے تو یہ کس کا سر پر اتفاق کہ حضرت صاحب کو یہ کہتا کہ حضرت یہ احمدی نہ تھا۔ اور جو لوگ کافر کذاب کہتے وائے تھے ان کے جنازہ کی کوئی احتمال ہی درخواست کرتا۔ میاں صاحب ایک سید ہی بات کو خواہ پیچیدہ بناتے ہیں۔ اگر حضرت صاحب کا فتویٰ نہ ہوتا کہ جو لوگ خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں۔ ان کا جنازہ جائز ہے تو پھر بیشک ان کے مطالبہ کے کچھ معنی ہوتے۔ لیکن خدا کے فضل سے میں ان کا یہ مطالبہ بھی پورا کر چکا ہوں ذیل میں پھر خلاصۃ اس شہادت کی طرف توجہ دلاتا ہوں یعنی میر عайд علی صاحب بدولہوی کی شہادت کی طرف جوانہوں نے اس وقت ادا کی جب میاں صاحب کے پکے سرید تھے۔

«احقر کو اس پیاس مولانا کریم نے ... بیعت سے مشرف کیا تو حضرت والدہ صاحبہ کو مر سخت ناراض ہو گئیں اور ہیں۔ پھر ان کے مرض المبوت کے آخری ایام میں قریباً دو اڑھائی مہینے احقر حاضر رہا۔ احقر حضرت صاحب کی عالی نعمت میں اکثر روزانہ علیضہ ارسال کیا کرتا تھا۔ ان ایام میں بھی کبھی روزانہ اکڑ جھی ایک دو روز فاصلہ سے عرض کرتا رہا۔ جن کے مضمون کا اکثر چھدر ہوتا تھا کہ اللہ حضور دعا فرمادیں کہ خدا تعالیٰ حضرت والدہ مکرمہ کو حضور کی شناخت اور غلامی کا شرف بخشنے ... آخر اسی حملت میں حضرت والدہ صاحبہ نے اس دنیا سے انتقال کیا تو عاجز نے حضرت سعیج موعود کے علی حضور میں بذریعہ علیضہ عرض کی حضرت والدہ مکرمہ کا انتقال ہو گیا ہے ... اگر حضور حمت الہم محسم پسند اور قبول فرمادیں تو حضرت والدہ مکرمہ مرحومہ کے حق میں دعا فرمائیں اور جنازہ جنازہ خود پڑھیں۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب ندا امی کی طرف سے مخدومی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے نام کا لکھا ہوا رحمت نامہ نشرت صدور لایا جس میں حضرت والدہ صاحبہ کو مر کے انتقال پر اظہار افسوس کے بعد دعا اور تکیین تھی اور اس فریں یہ تجویز تھا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن آپ کی والدہ صاحبہ کا جنازہ پڑھیں گے۔»

ایک شہادت اور پر ہو چکی ہے۔ دوسری شہادت جو ایک ایسے ہی اعلیٰ پایہ کے انسان کی ہے۔ ذیل میں درج ہے :-

” میں اس مناسے لایزاں کی ذات کی قسم چاکر لکھتا ہوں کہ جس کے تبصہ قدرت میں میرنی جان ہے کہ حضرت سیعی موعود نے خاکسار کی والدہ ماجدہ کا جنازہ پڑھا تھا اور میری والدہ صاحبہ نے بیعت نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ ان کو ولی بزرگ مانتی تھیں مگر سیعی موعود کے دعوے کو تسلیم نہیں کرتی تھیں۔ خاکسار تواریخ میں تھا۔ جبکہ حضرت مخدومہ مکرم رحماب والدہ اعم کی علاالت کا خط مجھے ملا اور خاکسار نے حضور حضرت سیعی موعود و مهدی موعود اس معاملہ کو پیش کر کے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دی کہ ضرور جا کر والدہ صاحبہ کی خدمت کرو۔ چنانچہ میں معقبائل روانہ ہو کر وطن چلا گیا۔ غالباً وہاں جانے کے بعد ایک ماہ یا کسی قدر کم و بیش وصہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ خاکسار نے بذریعہ خط حضرت سیعی موعود کو ان کی وفات کی خبر دی اور جنازہ کے لئے عرض کیا گیا اور حضرت اقدس کا نواز شنا مشتمل بر لعزیت پورا جنازہ جنگ میں میرے نام آیا تھا اور کہا تھا کہ جنازہ جمع کے روز پڑھا جائے گا غالباً وہ خط کہیں نہ کہیں موجود ہو گا تلاش پر مل گیا تو وہ بھی پیش کروں گا۔ حضرت والدہ ماجدہ امر کی وفات ۱۹۰۱ء کے آخری دنوں یا شروع ۱۹۰۲ء میں ہوئی تھی۔ اور خباب ماموں صاحب مرحوم محمد سلیمان کا جنازہ حضرت اقدس نے میرے التماس پر تواریخ میں مسجد مبارک میں پڑھا تھا۔ میں نے جنازہ سے پہلے یہ بھی صریح عرض کر دیا تھا کہ آپ کو مرحوم اعلیٰ درجہ کا ولی بلکہ غوث و قطب مانتے تھے مگر دعوے ایسی موعود با وجود میرے بار بار تصحیح کرنے کے ان کی صحیحی نہیں آتا تھا۔ اور اسی داستے انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ مگر حضرت اقدس نے یہ سن کر مولوی عبدالکریم صاحب کو چھیٹھا کر خود امام بن کر میرے ماموں صاحب کا جنازہ پڑھا تھا۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۰۲ء کے اوائل کا ہے۔ یعنی ان کا انتقال میری والدہ صاحبہ کے ڈیپرڈ سال بعد ہوا تھا۔ یہ واقعات ہیں جو میں نے بدل کر وکالت راست راست لکھ دیتے ہیں۔ مزید بآں میں خدا کو حاضر نظر کر کے لکھتا ہوں کہ میرے سامنے د صرف ایک بار بلکہ بار بار حضرت سیعی موعود

نے لوگوں کے استفسار پر ایسے لوگوں کے جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے جو مخالفت نہیں کرتے یا خاموش ہیں یا اچھا کہتے ہیں۔ مگر بیعت سے انکاری رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کا اس پر عمل درآمد رہے۔ ہالیں یہ ضرور فرمانتے تھے کہ امام جنازہ اپنی ہی جماعت کا آدمی ہو۔ ورنہ الگ جنازہ پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے حکم کے مطابق میرا آج تک یہی عمل رہا ہے۔ واللہ علی ما اقول شہید۔ والسلام۔ (عاجز خدا بخش حکیم لکھے مولیٰ عاصم)

مزاحند اخشن صاحب کو مصنف عسل مصیف ہونے کے لحاظ سے جو شہرت حاصل ہے اور جماعت کے اندر جوان کی عزت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ میر عابد علی شاہ صاحب کے تقویے ٹھہرات کی کل جماعت گواہ ہے۔ حضرت مولوی نور الدین مرحوم ان کی کس قدر عزت کرتے تھے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کی بہت عزت کرتے تھے۔ یہ دو وہ شخص ہیں کہ جن کی شہادت پر شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں حلقوی شہادت دیتے ہیں کہ ان کے قریبیوں کے جانے حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھے یہ علم رکھتے ہوئے پڑھے کہ جن کے جانے آپ پڑھتے ہیں وہ احمدی نہ تھے۔ یعنی بذریعہ بیعت سلسلہ میں داخل نہ تھے۔ بلکہ ایک کی تو کم از کم مخالفت کا بھی کچھ علم تھا۔ گوفہ بھی رہا کہنے والوں میں سے نہ تھیں۔ ہالانہ شہادتوں کی صداقت پر ایک عظیم الشان شہادت خود سلسلہ کا عمل درآمد ہے کہ کس طرح ہر چند احمدی لوگ اپنے درسرے اصحاب یا رشتہ داروں کے جنازے پڑھتے رہے۔ اور یہ ایک بڑے شہر کی جماعت خود اس پر گواہ ہے۔ اس لئے مجھے اس عملی شہادت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابتدئے غور کرو کہ جنازہ کے معاملہ میں میاں صاحب کے ہاتھ میں کیا ہے اور ان کے خلاف کیا ہے؟۔ ان کے ہاتھ میں ان کے اپنے بیان کے مطابق صرف ایک ڈاٹری نوشتہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم جو ۱۹۱۵ء کی ہے اور ۱۹۱۸ء سے پہلے کبھی نہیں چھپی۔ یہ میاں صاحب کے مزبورہ منسوبی کے زمانہ کی ہے۔ اس میں جنازہ کے جواز عدم جواز کی تقطیعاً بحث نہیں۔ ایک خاص شخص کے جنازہ کا سوال ہے۔ اس پر بھی صرف اس قدر ہے کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ایک فعل کا کرنا حضرت صاحب نے پسند نہیں کیا۔

دوسری بات حضرت صاحب کا فضل احمد کا جنازہ نہ پڑھنا ہے جس سے حضرت سائب قطع تعلق کا اسلام کیا ہوا تھا جو فادیان میں نہیں بلکہ منگمری میں فوت ہوا جمال مذاجنازہ پڑھی گئی جن کی لاش حضرت صاحب کے سخت ترین دشمنوں کے قبضہ میں تھی اور میاں صاحب کے خلاف کیا ہے ایک حضرت صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط جس پر جماعت سیالکوٹ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۰۲ء کے بعد برابر عامل رہی۔ دوسرا حضرت صاحب کا فتویٰ مجموعہ فتاویٰ میں اعلان پا کر شائع ہو چکا اور جس پر ساری جماعت کا زمانہ اختلاف تک عمل رکا۔ تیسرا حضرت صاحب کے حکم سے مفتی صاحب کا کام ہوا خط میاں غلام قادر صاحب کے نام اور چونقا حضرت صاحب کی اپنی تحریر اور دستخط جماعت بھیڈیا کے معاہدہ پر یہ تو اقوال میں۔ رہ عمل تو ساری جماعت کا عمل اسی پر رہا جگہ جگہ دوسرے مسلمانوں کے جانے پڑھے جاتے رہے۔ حضرت صاحب نے خود ایسے جنازے پڑھے جس کے متعلق در شہزادیں بھی اور درج ہو چکی ہیں۔

تیسرا شہادت مناکحت کے طریق معااملہ میں ہے۔ حضرت صاحب کی کوئی تحریر کوئی تقدیر نہیں جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ دوسرے مسلمانوں کو رکوکی دینی ناجائز ہے۔ اگر کوئی حوالہ میاں صاحب کے ہاتھ میں ہے تو اسے پیش کریں۔ صرف ایک اشتہار اس معااملہ میں ہے جس کے ذریعے سے آپ نے جماعت کو صرف اس قدر توجہ دلانی تھی کہ آپس میں تعلقات محبت کو پڑھانے کے لئے اور کافر کہنے والوں کے اثر بد سے بچنے کے لئے مناسب ہے کہ رشتے آپس میں کئے جائیں۔ اور رکوکوں اور رکوکیوں کے باہر میں کوئی فرق نہیں کیا۔ چنانچہ اس اشتہار کے الفاظ حسب ذیل میں ہیں:-

چونکا خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی بزرگ عنایات سے ہے۔ یہ جماعت کی اندادیں بہت ترقی ہوئی ہے اور اب کئی لامکہ تک اس کی ذوبت پہنچ گئی ہے اس سے قریب مسلمت ہوا کر ان کے باہمی اتحاد کے پڑھانے کے لئے اور نیزان کو حل وقارب کے بدنثار درستخیل سے بچانے کے لئے رکوکوں اور رکوکیوں کے زلاج کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نے تعلق پیدا کرے

جو ہیں کافر کہتے اور ہمارا نام و مجال رکھتے ہیں۔ یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کو شناخواں
اور تابع ہیں ۔ (فتاویٰ احمدیہ حصہ دم صفحہ)

اب ظاہر ہے کہ بیہاں جواز عدم جواز کا کوئی سوال نہیں بلکہ صرف اس امر کو قریب مصلحت
قرار دیا ہے اور صرف یہ لکھا ہے کہ کچھ ضرورت نہیں کہ دوسرے لوگوں سے رشتہ کریں۔
اور ”لڑکوں اور لڑکیوں“ کے دونوں کے نکاحوں کے بیکاں انتظام کا ذکر ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ خود آپ نے اپنے ایک معزز مرید ڈاکٹر غلیفر شید الدین صاحب کی لڑکی۔
میاں محمود احمد صاحب کی سالی کانکاح لڑکی کی والدہ کے اقارب میں منظور کیا۔ جو کہ
امحمدی نہ تھے۔ بلکہ کچھ مخالفت بھی سلسلہ سے رکھتے تھے۔ اس زکاح کی منظوری آپ
نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں دی اور آپ کی وفات کے بعد یہ زکاح مولوی نوریں
صاحب مرحوم نے قادریان میں سجدہ مبارک میں پڑھا۔ اور خود میاں محمود احمد صاحب
لاہور میں شادی یعنی رخصتناہ میں شامل ہوئے۔ میاں صاحب کا اس وقت نہ
صرف خاموشی سے اپنی رضامندی کا اظہار کرنا بلکہ خود اس کے اندر شمولیت اختیار
کرنا صاف بتاتی ہے کہ میاں صاحب کا موجودہ مذہب اس وقت کے بعد بنا۔

میاں صاحب نے جو کچھ اپنی سالی کے زکاح کے معاملہ میں جواب دیا ہے اس کو
بعی میں پیش کروتیا ہوں۔ ذکر الہی میں یعنی ۱۹۱۶ء کے سالانہ جلسہ کی تقدیر میں
انہوں نے فرمایا:-

”پھر ایک بات غیر احمدیوں کو لڑکی دینے کے متعلق ہے۔ اس کے متعلق
جور دایت پیش کی جاتی ہے وہ حضرت مسیح موعودؐ کے زمانہ کا واقع نہیں اور
نہ ہی آپ سے اس کے متعلق مشورہ لیا گیا۔ ڈاکٹر غلیفر شید الدین صاحب
نے حضرت مسیح موعودؐ سے یہ کہا تھا کہ میرے رشتہ دار کہتے ہیں کہ ایک
لڑکی کا تم نے قادریان میں زکاح کر دیا ہے تو دوسری لڑکی ہمیں دے
دو۔ اگر میں نے نہ دی تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں
دے دو۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آپ کو یہ بھی علم تھا کہ

جس لڑکے سے اس لڑکی کا نکاح ہونا ہے وہ غیر احمدی ہے۔ بعد میں جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو ڈاکٹر صاحب کی اہمیت سے آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کو کہہ دیں کہ یہ نسبت انہوں نے کیوں کی ہے؟ پھر فرمایا۔ اچھا! تم ابھی ان سے نہ کہنا۔ میں حقیقت الوحی دول گا۔ وہ اس لڑکے کو پڑھنے کے لئے دی جائے۔ اگر وہ اس کے بعد احمدی ہو جائے تو اس سے نکاح کیا جائے ورنہ نہیں۔ مگر بعد میں آپ کو یہ بات یاد نہ رہی۔

ان الفاظ سے میاں صاحب کی مشکلات خود عیاں ہو رہی ہیں۔ اول فرماتے ہیں کہ یہ حضرت صاحب کے زمانہ کا واقعہ نہیں اور نہ آپ سے مشورہ لیا گیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ خلیفہ صاحب نے حضرت صاحب سے کہا تھا۔ واقعات پیش کئے تھے۔ اور حضرت صاحب سے اجازت لی تھی۔ پھر حضرت صاحب کو ایسا ناواقف قرار دیتے ہیں کہ گویا آپ کو یہ علم نہ تھا کہ خلیفہ صاحب جہاں لڑکی درینے کے متعلق دریافت کر رہے ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں کیا خلیفہ صاحب کے رشتہ داروں سے حضرت صاحب ایسے ہی ناواقف تھے۔ کیا خلیفہ صاحب ابتدائے دعویٰ سے حضرت صاحب کے مرید نہ تھے۔ اور ان کا نتام مکaranہ مخالف نہ تھا؟ اور اس کا علم تو حضرت صاحب کو نہ تھا؟ پھر جب خود میاں صاحب کی شادی ہوئی تو کیا اس وجہ سے خلیفہ صاحب کے کل رشتہ دار ناراضِ نر تھے کہ انہوں نے اپنی لڑکی قادریاں میں کیوں دی؟ اور کیا حضرت صاحب کو یہ علم نہ تھا۔ پھر کیا میاں صاحب ملفاً یہ کہ سکتے ہیں یا خلیفہ صاحب کی علفی شہادت دلو سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے متعلق حضرت صاحب سے ایسے الفاظ میں ذکر کیا تھا۔ جس سے آپ کو ان کے احمدی ہونے کا خیال ہو؟ بلکہ کیا اب بھی جو الفاظ خلیفہ صاحب کے میاں صاحب نے نقل کئے ہیں۔ میرے رشتہ دار کہتے ہیں کہ ایک لڑکی کا نکاح تم نے قادریاں میں کر دیا ہے تو دوسرا لڑکی بھی مے دو۔ اس کے خلاف ثابت نہیں کرتے؟ خلیفہ صاحب نے جن الفاظ میں اجازت طلب کی وہ کھوں کر بتا رہے ہیں کہ یہ لوگ قادریاں کے اور قادریاں

میں لڑکی دینے کے مخالف تھے۔ کیا ایک احمدی یوں کہہ سکتا ہے کہ تم نے ایک لڑکی کا نکاح قادیان کر دیا ہے؟۔ کیا ایک احمدی مسیح موعود سے الیسا تعالیٰ پیدا کر کے خوش ہوتا یا ناراض جو اس کو محل اعتراض بنائے اور بال مقابل دوسری لڑکی مانگے؟۔ اور ابھی میاں صاحب کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کو یہ علم کہاں تھا کہ دل کا غیر احمدی ہے؟۔ پھر آخر یہ کیا کچی باتیں لکھی ہیں کہ جب غیر احمدی ہونے کا علم ہوا تو پہنچے فرمایا کہ خلیفہ صاحب کو کہہ دو کہ یہ نسبت انہوں نے کیوں کی۔ پھر فرمایا نہ کہنا ہم تیصیت الوحی ہیں گے۔ اور پھر یہ بھی بھول گئے۔ اس تمام تحریر میں میاں صاحب نے یہ دکھانا پا ہا ہے کہ حضرت صاحب نے محض ایک غلط فہمی کے ماتحت اور پھر نیاں کی وجہ سے ایک احمدی لڑکی کا نکاح ایک ”غیر احمدی“ سے منظور کیا۔

لیکن دو سال بعد جب پھر یہ سوال دریافت کیا گیا تو حقیقت الامر میں

(صفحہ ۱۹) پر اس جواب کے ساتھ ایک دوسرا جواب یوں دیا:-

”او رآپ کو یہی معلوم ہونا چاہئے۔ کہ لڑکی غیر احمدی اور بالغ تھی۔ اور لڑکی کی تیقینی والدہ بھی اس وقت تک غیر احمدی تھیں۔ لیں اس صورت میں نکاح میں کوئی خلاف شریعت بات بھی نہیں۔ مطلب یہ تفاکر کہ دو کافروں کا نکاح تھا جو کہ حضرت مولوی صاحب مر حومہ نے پڑھا۔“

مگر میاں صاحب کی یہ متفضاد تحریر میں کیا بتاتی ہیں؟ ایک جگہ تو یہ ثابت کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ کہ لڑکا غیر احمدی تھا۔ لڑکی احمدی تھی۔ مگر یہ نکد خلیفہ صاحب نے اخفا سے کام لیا اور اصل داققات حضرت صاحب پر ظاہر نہ ہونے دیئے اس لئے حضرت صاحب نے لاعلمی میں اجازت دے دی۔ اور بعد میں جب علم ہوا کہ لڑکا غیر احمدی ہے تو شرط لگا دی کہ جب تک احمدی نہ ہونکاچ نہ کیا جائے۔ اور دوسری جگہ یہ ثابت کر ہے ہیں کہ لڑکی غیر احمدی تھی۔ اس لئے حضرت صاحب نے ٹھیک اجازت دے دی۔ اگر میاں صاحب صحیح شہادت خود اپنے علم کی ہی ادا کرتے تو یہ تکلیف ان کو پیش نہ آتی۔ گوکفر کی بنیاد مکمل پڑھ جاتی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ لڑکی غیر احمدی تھی تو میاں صاحب کا پہلا بیان

یقیناً غلط ہے۔ اور اگر وہ صحیح ہے تو لڑکی غیر احمدی نہ تھی۔

دوسرے سوال میاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ لڑکی غیر احمدی کس طرح بنی؟ میاں صاحب کا تو یہ فتنوں کے ہے کہ باپ یا ماں دونوں میں سے کوئی احمدی ہوتا اور لا احمدی ہوتا ہے۔ اور ان کے لئے بعیت کی ضرورت نہیں تو کیا یہ درست نہیں کہ خلیفہ رشید نہیں صاحب احمدی تھے۔ پھر باپ کے احمدی ہوتے ہوئے لڑکی "غیر احمدی" کس طرح سے بن گئی؟۔

بہر حال حضرت مسیح موعود کا کوئی حکم نہیں کر دوسرا سے مسلمانوں سے رشتہ حرام ہے۔ بلکہ اس کا جواز تحریر اور عمل دونوں سے صاف ثابت ہے۔ تحریر سے یہوں کہ جب باہم جماعت میں رشتہ کرنے کے لئے اعلان کیا تو لڑکیوں اور لڑکیوں کے رشتہوں میں کوئی فرق نہیں کیا اور وجہ جماعت کے باہم اتحاد و محبت کی ترقی بتائی نہ شرعی طور پر نکاح کا ناجائز ہونا۔ جیسا کہ میاں صاحب کا خیال ہے اور عمل سے اس طرح کہ خود جانب میاں صاحب کی سالی کا نکاح اپنی لوگوں سے منظور فرمایا۔ اور اس کی اجازت دی اور وہ نکاح حضرت مولوی نور الدین صاحب نے قادیانی کی مسجد میں پڑھا۔ عمل میاں صاحب بھی غریب مریدوں پر ناراض ہو یتے ہیں لیکن دولت مند اور صاحب وجہت لوگ جب اپنی لڑکیاں دوسرا سے مسلمانوں سے بیاہ دیتے ہیں تو ان کو بعیت سے خارج کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ مثلاً میاں شمس الدین تابرج چم لاہور۔ یا جانب خلبہا در شیخ محمد سین صاحب مجھ نے جب اپنی لڑکیوں کا نکاح سلسلہ احمدیہ سے باہر کیا تو ان میں سے کسی صاحب پر سلسلہ سے خارج ہونے کا فتویٰ سے صادر نہیں ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو میاں صاحب کا خود بھی اس بات پر سختہ اعتقاد نہیں۔ اور یا ان کے نزدیک روپے اور وجہت سے بعض نہ ہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

آخری سوال اس عملی سلوک میں امامت نماز کا پیدا ہوتا ہے۔ اس بارہ میں کتنی امور قابل غور ہیں:-

اُو اچھی کہ اس مسئلہ کو آپ کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ دعویٰ میخ مو عود کے بعد آپ خود بھی دوسرے مسلمانوں کے پیچے نماز پڑھتے رہے ہیں اور آپ کی جماعت بھی۔ ہاں جب تکفیر و تکذیب پر سخت اصرار کیا گیا اور جماعت کے لوگوں کو مسجدوں میں دکھ دیئے گئے تو آپ نے روک دیا۔ آپ کی غصہ سر میں اس کے متعلق سب سے پیچے الفاظ اربعین صفحہ ۲۸ پر ہیں۔ جہاں آپ نے ایک الہام کی تشریع میں جو آپ کو ہوا۔ تبت یہاں ابی لمبہ و تب حاشیہ میں لکھا ہے:-

”اس کلام الہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکنیبے کو راہ اختیار کرنے والے ہاک شدہ قوم ہیں۔ اس لئے وہ اس لائٹ نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذبے یا متعدد کے پیچے نماز پڑھو۔“

یہ تحریر ایسے وقت کی ہے کہ اس کے متعلق میاں محمود احمد صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ نہ پہنچنے آپ کو حضرت صاحب بنی سمجھتے تھے نہ سوائے مکفرین و مکذبین کے کسی کو کافر کہتے تھے۔ اس کے دیر بعد تریاق القلوب (کتوبر ۱۹۰۳ء) میں شائع ہوئی ہے جس میں آپ نے صاف صاف لکھا ہے کہ میرا ابتداء سے یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے المکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں۔ لپڑے یہ تحریر جیسا کہ خود الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔ صرف ان لوگوں کے متعلق ہے جو تکفیر یا تکذیب کرتے ہیں اور ”متعدد“ سے بھی مراد تکفیر یا تکذیب میں تردید ہے نہ دعویٰ کے قبول کرنے میں کیونکہ یہاں دعویٰ کا ذکر نہیں۔ بلکہ تکفیر و تکذیب کا ذکر ہے۔ اور اسی کی بناء پر رد کا۔ اس کے بعد کی آپ کی تحریر یا تکذیب میں جس قدر بھی ہیں وہ سب اسی نتیجہ کی موجید ہیں۔ اور آپ نے اپنی زندگی کے آخر تک کہی یہ ہنس کہا کہ جب تک کوئی شخص میری بیعت نہ کرے اس وقت تک اس کے پیچے نماز نہ پڑھو۔ بلکہ یہی کہا کہ جو شخص بعض شرائط کو پورا کر دے اس کے پیچے ہم نماز پڑھ لیں گے۔ اور وہ شرائط یہ ہیں کہ ایک تو وہ خود ہماری تکفیر و تکذیب نہ کرے۔ دوسرے تکفیر و تکذیب

کرنے والے لوگوں میں شامل ہو۔ چنانچہ آپ کے الفاظ اس پر شاہد ہیں جو آپ نے اپنے قلم سے ایک خط کے جواب میں لکھے ہیں جو ۱۹۰۸ء کو ایک صاحب نے علاقہ بوجپور سے لامعا تھا جو بدر مورضہ ۲۳، ۳۱ دسمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر چھپا ہے۔ حضرت صاحب نے اپنے قلم سے یہ الفاظ اس خط میں لکھے ہیں :-

د جواب میں لکھ دیں کہ چونکہ عام طور پر اس ملک کے ملاں لوگوں نے اپنے تحصیب کی وجہ سے ہمیں کافر بھیرایا ہے اور فتوتے لکھے ہیں مادر باقی لوگ ان کے پیرو ہیں لپس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفاتی ثابت کرنے کے لئے اشتہار دے دیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو ہیں ہیں تو پھر ان کے صالحہ نماز پڑھنا رضاہ ہے۔ ورنہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے وہ آپ کافر ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے پیچے نماز کیونکر پڑھیں یہ تو شرع نشریت کی رو سے جائز نہیں ہے

یہ حضرت صاحب کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے لفظ ہیں اور آنہی ایام زندگی کے لفظ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض بجھے حضرت صاحب کی تقریب میں یوں بھی ہے کہ ہم ان کے پیچے نماز پڑھیں گے جو ہم اعلان کریں گے کہ وہ ہم مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب کو کافر سمجھنے والوں کو مجبوب منشائے حدیث کہ مسلمان کو کافر کہنے والے پر کفرالٹ کر پڑتا ہے کافر سمجھتے ہیں لیکن حضرت صاحب کی اپنے ہاتھ کی یہ تحریر فیصلہ کرتی ہے کہ اس کی خرض بھی صرف اسی قدر ہے کہ وہ مکفر مولویوں سے الگ ہو جائیں۔ لپس جو شخص کو مکفر مولویوں سے حضرت صاحب کی اس تحریر کے مطابق علیحدگی اختیار کرتا ہے اس کے پیچے نماز بھاگر ہے جو حضرت صاحب کے الفاظ سے آگے قدم بڑھانے کا کوئی حق شخص مجاز نہیں۔

اس نے معلوم ہوا کہ نماز کی علیحدگی کا فتوتی درحقیقت صرف مکفرین اور مکنہین کے لئے ہے۔ لیکن چونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس لئے جو لوگ اپنے آپ کو ان مکفر مولویوں کے صالحہ ملا ہوار کھتے ہیں۔ اور منہ سے نہیں تو عملًا ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ ان کے پیچے نماز پڑھنے سے روکا ہے۔ اور جو لوگ حضرت مسیح موعود کو

کافر پیغمبرتی نہیں کہتے اور مکفر موبایل سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ یا ان کے نتوے سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں ان کے پیچے نماز ہر سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم نے مالک غیر میں جہاں احمدیوں پر کفر کا کوئی فتویٰ نہیں دوسرا سے لوگوں کے پیچے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ حتیٰ کہ خود مالک عرب میں حج کے موقع پر اسی فتویٰ کے ماتحت ہماری جماعت کے حاجی لوگ وہاں کے امام کے پیچے نمازیں پڑھتے ہے بلکہ خود میاں محمد احمد صاحب نے بھی حج میں نماز دوسرے امام کے پیچے پڑھلی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم نے مولوی نفضل الدین ساکن کھاریاں کو یہ اجازت اپنی تحریر سے دی کہ جو شخص اس سلسلہ سے حسن ظن رکھتے ہوں اور کافرنہ کہتے ہوں آپ بعد استخارہ ان کے پیچے نماز پڑھ لیں۔ آپ کی اس تحریر کا عکس درج ذیل ہے:-

لِعَسْلَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَرَحْمَةُ طَنَ

جو لوگ ماننے بسو ہے ۔ اور جو لوگ واقعی حزن
رکھتے ہیں ۔ وَ كَيْدَرْ مَذْ وَرْ ہو سے یا
آپ بعد الاستخارہ اسے سمجھ کر پڑھ لیں ۔
والله - لوز اللهم ۱۵ در دری

آخر میں پھر اس بات کو دہرانا چاہتا ہوں کہ وحدت اسلامی ایک عظیم الشان عمارت ہے جس کے مدار خود سرورِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے جس دین

کی بنیاد رکھی اس نے اگر ایک طرف خدا کی توجیہ کو تمام ملاد ٹوں سے پاک کیا تو دوسرا طرف وحدتِ نسلِ انسانی کو اس کمال تک پہنچایا جس سے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔ دنیا میں قوم قوم میں اور ملک ملک میں تفرقہ عناد اور لغben تھا۔ اس سب کی بڑی کاٹ دی اور محمد رسول اللہ صلیع کے نام لبیا سب ایک سماں وحدت میں منسلک ہو گئے اور اس میں مدارج کا خصا صرف تقویٰ پر رہا۔ توحید کا پیغام وحدتِ انسانی کو پاہتا ہے اور اس وحدت سے توجیہ کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ وحدت جو اس قدر محنت سے قائم ہوئی، افسوس کہ آج سے تکفیر کے فتوؤں سے پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔ اسلام کی قوت آج محض اس لئے ٹوپی ہوئی ہے کہ وہ وحدت باقی نہیں رہی۔ ایک مجدد کے پیروؤں کو جو اصلاح مفاسد کے لئے آیا تھا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اسلام میں سے اس سب سے بڑے فساد کو دور کرنے کی کوشش کرتے۔ اور درحقیقت سیچ بخود کا یہی منشاء تھا جب آپ نے اس حدیث کی طرف توجہ دلائی کہ جب کوئی شخص اپنے ایک مسلمان بھائی کو کافر کہے تو کفرالت کراسی پر پڑتا ہے۔ یعنی مسلمانوں کی عام جماعت کو واجب ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والوں کو یہ سزا دیں کہ اسے اپنے حلقوں اختیار کریں وہ حقیقتاً وہ بھی دائرہ اسلام سے نارنج نہیں ہوتا۔ غرضِ صرف اسی قدر تھی کہ لوگ ایک دوسرے کو کافر کہنا چھوڑ دیں۔ پھر یہی وجہ تھی کہ جب پرکفر کا فتویٰ لگا کہ مسلمانوں کو آپ سے منتظر کر دیا گیا اور ان کے والوں میں آپ کا بغصر عناد بھاٹا دیا گیا تو آپ نے دوبارہ ایسے لوگوں کے پیچے نماز پڑھنے کے لئے یہ شرط لگادی۔ کہ کافر کہنے والوں سے علیحدگی اور بیزاری کا انکسار کریں اور بغصر وقتی والوں بھی فرمادیا ہے کہ فتویٰ کافر پر مهر لگانے والوں کو حدیث کے طبق کافر جائیں۔ غرض اس کی بھی صرف اسی قدر ہے کہ آپ سے لوگوں سے تعلقات منقطع کئے جائیں کیونکہ اس میں کیا شک ہے کہ کافر کہنے کی بیماری قوم میں ایک خطرناک بیماری ہے لیس آپ نے اس بیماری کی خطرناک ترقی دیکھ کر ہی اس کا ایک سخت علاج کرنا چاہا۔ تاکہ کافر کہنے والے سمجھ لیں کہ کافر کا فتویٰ دوسرے مسلمانوں پر لگانا ایک سہیلِ منہیں ہے۔ مگر افسوس کہ نماذیوں نے اس علاج کی حقیقت کو نہ سمجھا اور ایک نئی اور سب سے

سے خطرناک بیماری میں بستلا ہو گئے۔

قادیانیہ کے مقام فقا جہاں سے یہ اعلان تازہ ہو کر نکلا کہ اگر ایک شخص میں نافعے و چوری کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اسے بھی مسلم ہی کہو۔ کافر نہ کہو۔ مگر کتنے دفعے کا مقام ہے کہ آج قادیانیہ سے ہی یہ اعلان لکھتا ہے کہ ۔۔۔

”ہر ایک ایسا شخص جو موسمے کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰ کو تو مانتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا۔ اور یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مانتا ہے مگر میخ موعود کو نہیں مانتا۔ وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ المنصل رویہ رکن یا محبہ نمبر ۱۱۰ صفحہ ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نئے صحیح تھا کہ دنیا کے سب لوگ ایک آقا کے ماقبل پر جمع ہوں اور ایک استاد کے شاگرد ہوں۔ اور ایک تخت نبوت کے گرد پھر نے والے غلام ہوں اور ایک آفتاب سے روشنی حاصل کرنے والے ہوں۔ مگر آج میاں مصاحبے کے مذہبے نے وہی تفریق قائم کر دی ہے جو پہلے مذاہب مختلف میں موجود تھی۔ سو میں سیم الفطرت اہل ازدائے سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدا کے حضور حواب دہی کو مد نظر رکھتے ہوئے غور کریں کہ کیا اس مذہب نے دین اسلام کی بنیاد کو ہی برپا نہیں کر دیا؟ دین موسوی کی بنیاد موسوی پر ایمان تھا اور دین عیسیوی کی بنیاد عیسیٰ پر ایمان تھا۔ اور دین محمدی یعنی اسلام کی بنیاد محمد رسول اللہ صلیعہ پر ایمان ہے۔ مگر حضرت مزا صاحب کو وہی جیشیت دے کر جو پنے اپنے وقتوں میں حضرت موسیٰ اور عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلیعہ کو حاصل تھی۔ وہ دین باقی نہ رہا جس کی بنیاد حضرت محمد رسول اللہ صلیعہ پر ایمان ہے۔ خوب سوچو اور غور کرو کہ اس دعوے کے ساتھ دین اسلام تبديل ہو گیا۔ اس کی بنیاد جاتی رہی۔ ایک نئی بنیاد رکھی گئی جس پر ایک نیا دین قائم ہو گا۔ شووفعہ کو ہر کہہ کر میں بنیا کلمہ نہیں پڑھتے ہمارا دین کوئی بنیادیں نہیں مگر حقیقت تو یہ ہے کہ کلمہ تو عملًا بنیا بن گیا۔ جب یہ اعلان ہو گیا کہ اب محمد رسول اللہ صلیعہ پر ایمان لائف سے کوئی شخص مسلم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اب خدا تعالیٰ کی توحید کے ساتھ مزا صاحب

کی نبوت کا اقرار ضروری ہے۔ لیں ندوہ دین رہانہ دہ کلمہ رہا۔ نہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باقی رہی خوب یاد رکھو کہ دنابس نے دین اسلام کے کل دینوں پر غالب آئے کا وعدہ کیا ہے وہ اسلام پر ایسے ملے کبھی سرسزا نہیں ہونے دے گا جس قدر بلدی اس غلطی سے نکل جاؤ تمہارے لئے سفر دی کاموجب ہو گا۔ اور جس قدر زیادہ اس پر اصرار کرتے جاتے ہو اسی قدر تمہارے لئے تیامت کے دن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی کاموجب ہو گا اور پھر پسیح کو پسیح کی طرح یہ کشاپڑے گا کہ جب تک میں ان میں تھا ان کے عقاید درست تھے جب تو نجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نکھبان فنا۔ ہاں دین اور کلمہ کو بدلتے بغیر جو سچا ہو عقیدہ رکھو مگر اس قدر ظلم نہ کرو کہ دین اسلام کی بنیاد پر ہی تیڑھلاڑ۔ اور چالیس کروڑ اہل اسلام کو کافر بلکہ بکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دو۔ وہ پسیح موجود ہو رہا ہے نام سے بے خود کو کافر کہنے کے متعلق تو اپنی بریت حقیقت الوحی میں فلادر کرچکا ہے وہ ان لوگوں کو بھی جن کو تبلیغ ہو رہی ہے اور وہ مخالفت نہیں کرتے، اپنی مد میں داخل کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کی ۵۔ ۶۔ فردری نکولہ کی تقویر الحکم، افروری شفائل شائع شد۔ جو دریے

” فرمایا کہ اس وقت تین قسم کے لوگ ہیں مدد، ایک وہ جو بغرض وحدت میں جے ہوئے ہیں اور ضد اور تعصب سے مخالفت پر آمادہ ہیں جن کی تعداد تو بہت ہی کم ہے۔ دوسرے وہ جو اس طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کی تعداد فتنی پر ہے۔ اور تیسرا وہ جو خاموش ہیں نہ ادھر ہیں نہ ادھر۔ ان کی تعداد کثیر ہے وہ طاؤں کے زیر اثر نہیں ہیں اور نہ ان کے ساتھ مل کر سب دشتم کرتے ہیں۔ لیں اس لئے وہ بخاری مد میں ہیں ۔“

اب غور کرو کہ حضرت صاحب کی کسی تحریر کی رو سے بے خرمانوں کو کافر کہنا آپ پر افترا ہے۔ اور جن کو تبلیغ پیچ جکی ہے ان میں سے آپ خدا ان کو سب دشتم کرتے ہیں۔ بہت ہی کم قرار ہیتے ہیں۔ اور ان کو جو ملاویں کے زیر اثر نہیں کثیر قرار ہیتے ہیں اور ان کو اپنی مد میں داخل کرتے ہیں جحضرت صاحب کے ان سکھے کھلے

الفاظ کی مخالفت مت کرو۔

اس بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ وہ گفتگو اس مشکلہ کو حل کرتی ہے جو حضرت مسیح موعود اور پادری سکاٹ کے درمیان سونومبر ۱۹۰۷ء کو وزیر آباد سٹیشن پر ہوتی جب حضرت راحب سیالکوٹ سے واپس تشریف لارہے تھے۔
پادری اب، آپ لوگوں میں توبہت سے فرقے موجود ہیں۔

حضرت اقدس:- مجھے تعجب ہے کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کیا آپ کو علوم ہمیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور وہ اصولوں میں بھی متفق نہیں۔ مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ فروعات اور جزئیات میں ہے۔ اصول سب کے ایک ہیں۔

حیران ہوتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ ایک جماعت جو اس قدر معقول کہلاتی ہے۔ آج واضح اور حصلی باتوں کو چھوڑ کر کس طرح سے حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی طرف سے آنکھیں بند کر رہی ہے۔ مسیح موعود اسلام اور عیسائیت کے فرقوں میں یہ فرق بتاتے ہیں کہ عیسائیت کے فرقوں میں اصولوں میں اختلاف ہے اور وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے فرقوں میں صرف چیزیات اور فروعات میں فرق ہے اور اصول سب کے ایک ہی ہیں جس کا لازمی تیج یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ کیا دنیکے تمام مسلمانوں کو کافر کہنا اس شخص کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے جو اسلام میں کسی اصولی اختلاف کے ہونے سے صاف لفظوں میں انکار کر رہا ہے اور تمام اختلافات کو فرمی اور جزوئی ٹھہراتا ہے۔ اور اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کوہ الزام دیتا ہے کہ اس کے فرقے اصولی اختلاف رکھتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اس قدر وضاحت کے باوجود مسیح موعود کی طرف تکفیر اہل قبلہ کا عقیدہ منسوب کرنا۔ اخراج جی پشم بندی خدا۔

کیا یہ مسیح موعود کے صاف الفاظ میں عیسائیوں کے قدم پر چلنے نہیں کہ جس طرح وہ اصولی اختلاف رکھتے ہیں میاں صاحب نے اپنے اختلاف کو بھی اصولی بنالیا ہے۔

اور جس طرح وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ میاں صاحب سے بھی سارے اہل اسلام کی تکفیر کر رہے ہیں۔

میں نے یہ چند باتیں لکھ دیں۔ مگر ان پر غور کرنے کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اور اسی سے یہ عاجز از دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو فرشتہ کی غلطیوں سے اور بالخصوص ایک دوسرے کو کافر کہنے کی خطرناک غلطی سے باہر نکال کر ان میں پھر وحدت کا وہ نظارہ قائم کرے جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدمی کی بدولت ملک عرب میں دکھایا تھا۔ اور ہم کو بھی آج آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچائے جس طرح اس نے اہل عرب کو بچایا۔

وَذِكْرُ وَالْعَمَةِ اللَّهُ عَلَيْكُمَا ذَكْرُنَّتُمْ أَعْدَاءَ فَالْفَ

بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِحْتُمْ بِنِعْمَةِ إخْوَانًاٍ وَكُنْتُمْ

عَلَى شَفَاعَةٍ مِّنَ النَّارِ فَإِنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذَلِكَ

يَبْيَنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعْلَكُمْ تَهْتَدُونَ -